وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

بیاد : سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اگست ۲۰۱۱ء

ماہنامہ

عالمی ترجمان القرآن

مدیر : پروفیسر خورشید احمد

الابلاغ ٹرسٹ

ماہنامہ

عالمی ترجمان القرآن

جلد ۱، عدد ۴، رمضان ۱۴۳۲ھ، اگست ۲۰۱۱ء

مدیر: پروفیسر خورشید احمد

نائب مدیر: مسلم سجاد

ادارتی امور: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰ فون: ۰۴۲-۳۵۴۲۵۳۵۶ فیکس: ۳۵۴۳۲۱۹۴ ای میل: tarjuman@wol.net.pk

انتظامی امور: ۶- صابر سٹریٹ، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور - ۵۴۶۰۰ فون: ۰۴۲-۳۷۵۸۷۹۱۶ فیکس: ۰۴۲-۳۷۵۸۵۵۹۰

موبائل: ۰۳۰۷-۴۱۱۲۷۰۰ ای میل: tarjuman@tarjumanulquran.org ویب: www.tarjumanulquran.org

● قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے ● زرسالانہ: ۳۰۰ روپے ● ۵ سال کے لیے: ۱۲۰۰ روپے ● معاون خصوصی: ۵۰۰۰ روپے

● بنگلہ دیش، بھارت ۱۲۰۰ روپے ● ایران، مشرق وسطی، مشرق بعید، یورپ، افریقہ ۱۵۰۰ روپے ● امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۸۰۰ روپے

زیر اہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

پاکستان: اسلامی ریاست؟

ہم خوش قسمتی سے ایک ایسا نظامِ حیات رکھتے ہیں جو ہمیں اس [طبقاتی کش مکش] خطرے سے بچاسکتا ہے۔ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اندر سے اُن لوگوں کو اُبھاریں جو اسلام کی روح کو پوری طرح سمجھتے ہوں اور طبقاتی تعصبات سے بالاتر ہوکر اسلام کے قوانین کی بے لاگ تعبیر کرسکتے ہوں۔ پھر یہ لوگ بالاتفاق، یا اکثریت کے ساتھ، جو تعبیر ہمارے سامنے پیش کریں اسے ہم سب مان لیں اور ہم میں سے کوئی طبقہ اپنے ہی مطلب کی تعبیر لینے پر اصرار نہ کرے۔ ایسے لوگوں کی پشت پناہی پوری قوم کو بحیثیت مجموعی کرنی چاہیے نہ کہ کسی ایک طبقے یا چند طبقوں کو۔ ہمیں اُن کے انتخاب میں صرف اس معیار کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ بھروسے کے قابل سیرت رکھتے ہوں، اور اسلام کی صحیح تعبیر کرنے کے اہل ہوں ....

آپ اقلیت کو محض اس ریاکاری سے مطمئن نہیں کرسکتے کہ دیکھو ہم نے تمھاری خاطر اپنے مذہب تک کو چھوڑ دیا اور ایک غیرمذہبی ریاست بنالی۔ اقلیت تو یہ دیکھے گی کہ آپ اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ کا برتاؤ تعصب اور تنگ دلی پر مبنی ہے یا رواداری اور فیاضی پر؟ یہی تجربہ دراصل فیصلہ کرے گا کہ اقلیت کو اِس ریاست میں وفادار بن کر رہنا ہے یا بیزار بن کر....

ایک ملک کا سیاسی نظام اُس کے باشندوں کی اخلاقی اور ذہنی حالت کا پرتو ہوا کرتا ہے۔ اب پاکستان کے باشندے اسلام کی طرف ایک پُرزور میلان رکھتے ہیں اور اُن کے اندر اسلام کے راستے پر آگے بڑھنے کی خواہش موجود ہے تو کیوں نہ اُن کی قومی ریاست اُن کے اِس میلان اور اِس خواہش کا پرتو ہو؟ آپ کا یہ ارشاد بھی بالکل درست ہے کہ اگر ہم پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں پاکستان کے باشندوں میں اسلامی شعور، اسلامی ذہنیت اور اسلامی اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر میں نہیں سمجھا کہ اس کوشش میں حصہ لینے سے آپ خود ریاست کو کیوں مستثنٰی رکھنا چاہتے ہیں ....

اس وقت چونکہ پاکستان کا آیندہ نظام زیرِتشکیل ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ایسی ریاست بن جائے جو اسلامی زندگی کی معمار بن سکے۔ ہماری یہ خواہش اگر پوری ہوگئی تو ریاست کے وسیع ذرائع اور طاقتوں کو استعمال کرکے پاکستان کے باشندوں میں ذہنی اور اخلاقی انقلاب برپا کرنا بہت زیادہ آسان ہوجائے گا۔ پھر جس نسبت سے ہمارا معاشرہ بدلتا جائے گا اُسی نسبت سے ہماری ریاست بھی ایک مکمل اسلامی ریاست بنتی چلی جائے گی۔ (’پاکستان کو ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے‘، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ریڈیو انٹرویو: وجیہ الدین، ترجمان القرآن، جلد ۳۶، عدد ۴، شوال ۱۳۷۰ھ، اگست ۱۹۵۱ء، ص ۶۴-۷۰)

اشارات

رمضان: ماہِ تزکیہ و جہاد

سید منور حسن

رمضان المبارک کی آمد سے ہر صاحب ایمان کے دل کی کلی کِھل اٹھی ہے۔ ہر چہار طرف رمضان کی آمد اور اس کے استقبال کے لیے طبیعتوں کو آمادہ کرنے کے سامان فراہم کیے جارہے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو جانتا پہچانتا ہے اور اپنے زندگی کے شب و روز اور معمولات سے واقف ہے، لازم ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک کا بڑی بے چینی سے انتظار کرے، اس کے استقبال کی تیاری کرے، اور بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطے کی جو شکلیں رمضان المبارک میں نظر آتی اور دکھائی دیتی ہیں، ان کا نہ صرف پہلے سے احاطہ کرے، بلکہ ان تمام حوالوں سے اپنی زندگی کو اس ماہِ مبارک میں مکمل طور پر تبدیل کرنے اور یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ اپنے رب سے رجوع کرنے کا فیصلہ کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ رجب کا چاند دیکھتے تھے تو یہ دعا فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِی رَجَبْ وَ شَعْبَانْ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان، (اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان کی برکتیں عطا فرمائیے، اور رمضان المبارک تک پہنچا دیجیے)۔ ماہِ رمضان کی آمد سے دو مہینے پہلے ہی آپؐ کی طبیعت کا یہ اشتیاق چھلکا پڑتا تھا۔ رمضان المبارک کا استقبال کرنے کے لیے طبیعتوں کو جس طرح آمادہ ہونا چاہیے، اس دعا میں اس کا احاطہ کردیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اس کی برکتوں کو سمیٹا جاسکے، اس کی رحمتوں کا سزاوار ہوا جاسکے، اس سے مغفرت کے

پروانے حاصل کیے جاسکیں، دوزخ سے آزادی حاصل کی جائے اور نجات کی جانب چلا اور بڑھا جاسکے۔

● **نبی اکرمؐ کا رمضان کے لیے اشتیاق**: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق، انتظار اور اشتیاق کا اظہار اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جس میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف لائے اور اپنے منبر کی طرف بڑھے۔ جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو لوگوں نے سنا، آپؐ کی زبان مبارک سے کلمہ نکلا: ''آمین''۔ آپؐ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو پھر فرمایا: ''آمین''۔ تاآنکہ آپؐ نے تیسری سیڑھی پر قدم رنجہ فرمایا اور لوگوں نے پھر آپؐ کی زبان مبارک سے سنا: ''آمین''۔ آپؐ کے خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ ایک انوکھی سی صورت آج ہمارے سامنے آئی ہے۔ آپؐ کی زبان مبارک سے تین دفعہ ہم نے آمین کا کلمہ سنا ہے لیکن اس سے پہلے اور اس کے بعد ہم کوئی ایسی بات نہ جان سکے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ یہ آمین کس بات پر کہی گئی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: جبرئیلؑ امین تشریف لائے تھے۔ جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہلاک اور برباد ہو جائے وہ شخص جو اپنے بوڑھے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو اپنی زندگی میں پائے اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکے۔ میں نے اس پر کہا کہ آمین۔ فرمایا کہ جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیلؑ امین نے فرمایا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص کہ جس کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے اور پھر بھی وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے تو میں نے کہا کہ آمین۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جو رمضان جیسا رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ پائے اور پھر اس کی مغفرت نہ ہوسکے تو میں نے کہا کہ آمین۔

اس حدیث کو بالعموم ایسے بیان کیا جاتا ہے جیسے جبرئیلؑ امین نے کوئی بد دعا کی ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی ہو۔ حالانکہ بات اس سے مختلف ہے۔ جب چاروں طرف بہار کا موسم ہو، پورا معاشرہ لہلہا رہا ہو، دُور تک پھیلا ہوا منظر گل وگلزار بنا ہوا ہو اور ہر گرا پڑا بیج برگ و بار لا رہا ہو، چٹانیں بھی سبزہ اگل رہی ہوں اور پتھروں سے بھی سبزے کی نمو نظر آتی ہو، ان حالات کے اندر بھی اگر کوئی بیج واقعی گرا پڑا رہ جائے، برگ و بار نہ لاسکے،

اور اپنی نمو اور افزایش کا سلسلہ شروع نہ کر سکے، تو اس کے لیے بد دعا کی نہیں بلکہ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ واقعی وہ اس قابل تھا کہ ہلاک ہو جائے۔ بالفاظ دیگر اس حدیث کے اندر ترغیب و تشویق اور تحریص کی ایک پوری دنیا آباد ہے کہ رمضان المبارک کو سمجھو، اس کے شب و روز کی برکات کو جانو اور پہچانو، اس میں جو کچھ حسنات پنہاں ہیں، ان کو حاصل کرنے کے لیے اپنے دامن کو پھیلاؤ۔ اپنے رب سے رجوع کرنے کے جو عنوانات ہو سکتے ہیں، ان کو سجاؤ۔ جنت کے سارے دروازے کھلے ہوئے ہیں، دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔ شیاطین قید کر دیے گئے ہیں، نیکی کرنا آسان ہو گیا ہے۔ برائی اور گناہ کے لیے حالات کے اندر ایک ناسازگاری، اور طبیعتوں کے اوپر ایک گرانی جو پہلے نہ بھی پائی جاتی ہو، موجود ہے۔ ہر شخص یہ مصمم ارادہ کر لے، یہ نیت دل کی گہرائی کے اندر سمو لے کہ بہت سے رمضان المبارک یوں ہی گزر گئے ہیں لیکن اس رمضان کو یوں ہی نہیں گزرنے دینا ہے، بلکہ اس کے اندر جو کچھ برکات موجود ہیں، ان سے استفادہ کرنا ہے۔ دل و دماغ کی دنیا میں جو کانٹے بچھے ہوئے ہیں، منکرات کے جو جھاڑ جھنکار نظر آتے ہیں، معصیت کے جو طوفان اٹھے ہوئے ہیں، گناہ کے لیے لذت اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بڑھنے میں کوئی قدغن نظر نہیں آتی ہے، ان تمام چیزوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔

● **استقبالِ رمضان کے تقاضے**: استقبال رمضان اور اس کی برکات کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا ایک ایک لفظ ایسا ہے کہ ہر لفظ سے انسان رہنمائی حاصل کرے، طبیعتوں کے اندر ایک گداز کی کیفیت پیدا ہو۔ ایک خوف اور خشیت کی کیفیت محسوس ہو کہ کہیں یہ رمضان بھی پہلے رمضان کی طرح گزر نہ جائے۔ اگر یوں ہی گزر گیا تو پھر ہائے وائے کرنا اور ہاتھ ملتے رہنا بے معنی ثابت ہوگا۔ شعبان کی آخری شب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک بہت بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ جس کا پہلا عشرہ رحمت ہے، دوسرا عشرہ مغفرت، اور تیسرا عشرہ دوزخ سے آزادی اور نجات ہے۔ اس ماہِ مبارک میں ایک رات ایسی ہے، جس کو شب قدر قرار دیا گیا، اس رات میں کھڑے رہنا اور اپنے رب سے لو لگانا، طبیعت مانتی نہ ہو، دل متوجہ ہوتا نہ ہو، لیکن اس رات کی ہر ساعت اور لمحے سے بھرپور استفادے کی کوشش کرنا کہ وہ رات ہزار مہینوں

سے بہتر ہے۔ بندگی رب کی مسافت جو عام دنوں میں شاید ہزار مہینوں میں بھی طے نہ ہو سکے اور بندہ اپنے رب سے قربت کی منزلیں ہزار مہینوں میں بھی پار نہ کر سکے، اس ایک رات کی چند ساعتوں کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے وہ ساری رحمتیں، برکتیں اور مغفرتیں سمو دی ہیں کہ اس ایک رات کے اندر ہزار مہینوں کا سفر طے ہو جاتا ہے، اور بندہ اپنے رب سے قربت کے تمام نشانات منزل کو دیکھتا ہوا منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا صلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ جو شخص اس ماہِ مبارک میں روزے دار کا روزہ افطار کرائے تو اس روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کیے بغیر بارگاہ رب العزت سے اس افطار کرانے والے کو بھی اس روزے دار جتنا اجر اور ثواب مل جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں نیکی کے معاملے میں سبقت لے جانے، خیر کا کوئی عنوان ترک نہ کرنے اور اس تک پہنچنے کی کوئی سبیل تلاش کرنے کی آرزو، خواہش اور تڑپ بدرجۂ اتم موجود تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ جو اس خطبے کے راوی ہیں، انتہائی ناداری اور کس مپرسی کے عالم میں زندگی گزار رہے تھے اور اکثر صحابہ کرامؓ کی یہی کیفیت تھی، یہ بات سن کر بے قرار ہو گئے اور عالم بے تابی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور ہم جیسے لوگ جنھیں اپنی افطاری کا سامان بھی میسر نہیں ہے، وہ بھلا دوسروں کو کیا افطار کرائیں گے۔ تو کیا ہم اس عظیم اجر، ثواب اور صلے سے، اور خیر کے اس کام سے محروم رہیں گے؟ نیکی کی طرف جانے کی ایک تڑپ اور نیکیوں کا انبار لگانے اور اپنے دامن میں سمیٹ لینے کی کسک ہے کہ یہ بات سنتے ہی بول پڑے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اگر تم لسی یا پانی کے ایک گھونٹ سے بھی کسی کو افطار کراؤ گے تو اجر اور صلے سے محروم نہ رہو گے۔ ہاں، اگر کسی کے اندر یہ استطاعت ہے کہ وہ روزے دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، تو روزِ محشر وہ حوضِ کوثر پر جامِ کوثر سے فیض یاب ہوگا اور اپنے جاے مقام تک پہنچنے میں اسے پیاس تک محسوس نہ ہوگی۔

● **ماہِ قرآن**: رمضان المبارک کی برکت اصلاً تو قرآن پاک کے نزول کی وجہ سے ہے۔ اس مہینے میں قرآن پاک نازل ہوا اور پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں پر روزے فرض کیے جائیں تو مہینوں میں اس سے بہتر مہینہ کوئی اور ہو نہیں سکتا تھا جو پہلے

سے بابرکت ہے، رحمتوں کا خزانہ ہے، ہدایت کا مرقع ہے۔ جس میں پہلے سے حق اور باطل کے حوالے سے دلائل موجود ہیں، ایک فرقان کی صورت میں اس کو بیان کر دیا گیا ہے، ایک پیمانے کی صورت میں لوگوں تک پہنچا دیا گیا ہے۔ وہ ماہِ مبارک جو نزول قرآن کی وجہ سے پہلے ہی بابرکت تھا اسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزے بھی فرض کیے تاکہ اس کو نورعلیٰ نور بنا دیا جائے، اس کے فیض کو دوچند کر دیا جائے۔ اس کی ہدایت انسان کو چاروں طرف سے ایسے گھیر لے کہ اس کے بعد ہدایت کا کوئی اور عنوان زندگی میں باقی نہ رہے۔ شب و روز کے ایک ایک لمحے کے اندر اَن گنت دروازے کھلے ہوں جن سے فیض یاب ہوا جا سکے، رب سے رجوع کیا جا سکے، تعلّق باللہ کی استواری ہو سکے۔ اور اپنے گناہوں، سیاہ کاریوں اور معصیت کے حوالے سے اپنی اصلاح، تزکیہ نفس، اور رب کی طرف چلنے اور بڑھنے کا پروگرام ترتیب دیا جا سکے۔

● **آپ کی ہمدردی و غم خواری کے منتظر!** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو ہمدردی وغم خواری کا مہینہ قرار دیا۔ لکھنے اور پڑھنے والا اس کو لکھ کر، پڑھ کر یا سن کر گزر جاتا ہے لیکن کبھی ایک لمحے کے لیے رُک کر، ٹھیر کر آپ نے سوچا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ ہمدردی کس سے کی جائے اور کیسے کی جائے؟ ہمارا معاشرہ مجبُوروں اور محروموں کا معاشرہ ہے، قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے لوگ ہیں جن کو دو وقت ٹھیک سے کھانے کو میسر نہیں آتا، چادر سر کی طرف لے جائیں تو پیر کھل جاتے ہیں، پیر کی طرف لے جائیں تو سر کھل جاتا ہے۔ لوگ غموں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں، کمریں ان کی دوہری ہوگئی ہیں، کم عمری کے اندر لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں، غموں کے بوجھ نے ان کو ہلکان کر دیا ہے۔ ان کے دلوں کو پسیجنے، زخموں پر پھایا رکھنے اور ان کی کٹھا سن کران کے دلدّر دُور کرنے کے لیے ہمدردی کے دو بول بھی کافی ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اس ماہِ مبارک کے حوالے سے کھلی کتاب کی طرح سامنے آتی ہیں۔ حضور نبی کریمؐ نے تلقین کی ہے کہ اس بھری پڑی دنیا میں ایسے لوگوں کو تلاش کرو جن کے غموں کو بانٹا جا سکے، جن سے ہمدردی کی جا سکے، جن کے روزوں کے اجروثواب کو اپنے حصّے کے اندر لکھا جا سکے۔

الحمد للہ ہمارے معاشرے میں افطار پارٹی اور افطار ڈنر کا ایک کلچر موجود ہے۔ اس کو

جاری رہنا چاہیے، اس کے اپنے فوائد ہیں لیکن کبھی آپ نے سوچا کہ میں جب افطار پارٹی کرتا ہوں تو اپنے جیسے لوگوں کو بلاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اگر مجھ سے بھی بڑے رتبے اور شان وشوکت اور سٹیٹس کے لوگ آ جائیں تو افطار پارٹی کو چار چاند لگ جائیں گے۔ افطار پارٹی فائیو سٹار بن جائے گی۔ اس خواہش کی وجہ سے ہمدردی وغم خواری کے مستحق لوگ محروم اور سوالیہ نشان بنے رہتے ہیں۔ اسی طرح گاہے ہم سوچتے ہیں کہ یہ جو سڑک پر پتھر کوٹتے رہتے ہیں، روڑے ڈھوتے اور مشقت اٹھاتے رہتے ہیں، ان کا کیا روزہ ہوتا ہوگا؟ حالانکہ یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ روزے دار کی ہر نیکی جس پس منظر اور جس نیت سے کی گئی ہو، جس مشقت کو اٹھا کر اور جس قربانی کا پیکر بن کر کی گئی ہو، اس حساب سے اللہ تعالیٰ ۱۰ گنا سے لے کر ۷۰۰ گنا تک اس کا اجر پھیلاتے اور بڑھاتے ہیں لیکن حدیث قدسی کے مطابق روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ میری خاطر شب وروز کی مشقتیں اٹھاتا ہے، بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے۔ قویٰ مضمحل ہوں، اعصاب جواب دے رہے ہوں، اور دل و دماغ کی دنیا اُڑی اُڑی اور ویران سی ہو، اس کے باوجود بھی وہ میری رضا کے لیے روزے کی طرف آتا ہے تو یہ معاملہ کسی عددی ہندسے پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اس کا اجر میں ہی دوں گا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ میں ہی اس کا اجر ہوں، یعنی بندے نے روزہ رکھا اور اسے اس کا رب مل گیا۔ جب رب مل جائے تو پھر کسی اور چیز کی طلب باقی نہیں رہتی ہے۔ ساری نعمتیں قدموں میں ڈھیر ہوجاتی ہیں۔ ساری رحمتیں اور مغفرتیں وسعت دامن کے ساتھ ساتھ چلنے والی ہوجاتی ہیں۔

روزے کی فرضیت کے بارے میں قرآن پاک کی آیات اپنے اندر جو شیرینی، مٹھاس، ٹھنڈک اور طراوٹ لیے ہوئے ہیں اور جس طرح ہر پیرایہ، عنوان میں بندہ اور رب کے درمیان حجابات کو اٹھانے، واشگاف انداز میں تعلق باللہ کی استواری اور آبیاری کرتی ہیں، وہ ایک عجیب اور انوکھا منظر پیش کرتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (البقرہ ۲:۱۸۶) اور اے نبیؐ، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتادو کہ میں اُن سے قریب

ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (یہ بات تم انھیں سنادو) شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

اس انداز میں کس قدر اپنائیت، طمانیت اور چاہت ہے، بندوں کی نسبت اپنی طرف فرمائی، میرے بندے کہا!! اور یہ سب روزے کا صلہ ہے۔ بندگیِ رب کی مسافتیں طے ہورہی ہیں، قربتیں پیدا ہو رہی ہیں، فاصلے سمٹ رہے اور دوریاں ختم ہورہی ہیں۔

● **بندگیِ رب اور تزکیہ و تربیت:** رمضان المبارک کا پیغام تقویٰ اور صبر کا ہے، رحمت و مغفرت اور دوزخ سے آزادی اور نجات کا ہے۔ رب کی رضا اور اس کے ذکر سے اپنے کو آراستہ پیراستہ کرنے کا ہے۔ اگر رمضان نہ ہوتو عید بھی نہ ہو، عید بذاتِ خود رمضان المبارک کا انعام واکرام ہے۔ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ مشقت ہی راحت کا لطف دوبالا کرتی ہے۔ شب بیداری اور اپنے کو گھلانے اور تڑپانے کا عمل، نیند، آرام اور سکون کے مفہوم سے آشنا کرتا ہے۔ بھوک پیاس ہی، کھانے پینے کی لذت اور اہمیت اُجاگر کرتی ہے۔ اس لیے رمضان المبارک، زہد ومجاہدہ کا پیغام لے کر آیا ہے۔ جاں نثاری اور فدا کاری، اطاعت وفرماں برداری، اخلاص وللّٰہیت، جہاں ایمان باللہ والرسول کے لازمی تقاضے ہیں، وہاں روزہ اور رمضان المبارک کے معمولات ان خصوصیات و کیفیات کو پرورش دینے، دوام بخشنے اور لمحہ لمحہ ان کی رہنمائی اور سایے تلے زندگی بسر کرنے کا عادی بناتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ روزہ نفس پر شاق ہونے کے اعتبار سے تمام عبادات میں نمایاں ہے۔ جس قدر انسانی مرغوبات ہیں، پسند اور چاہت کے عنوانات ہیں، سب پر کچھ نہ کچھ پابندیاں، قواعد وضوابط کے بندھن، اور پہرے بٹھادیے جاتے ہیں۔ حلال وطیب، جائز اعمال سال کے گیارہ مہینے جن پر کوئی قدغن نہیں، اس ماہِ مبارک میں ان کو ازسرنو ترتیب دیا جاتا ہے۔ بندۂ مومن اپنے رب کی رضا، اس کی ہدایت کی پابندی اور اس کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کے لیے بخوشی ان پابندیوں کو قبول کرتا ہے۔ ایمان کی لذت سے آشنا ہوتا ہے۔ تعلق باللہ کا کیف وسرور، کچھ مشقت اٹھا کر، پابندیاں سہ کر دوچند ہوجاتا ہے۔ روزہ سخت کوشی کی تربیت دیتا ہے۔ ایک طرف کھانا پینا،

سونا اور آرام کرنا کم، جب کہ دوسری طرف غیبت، جھوٹ، لڑنا جھگڑنا، فضول اور نکمی و بے مقصد گفتگو بھی روزے کے اعلیٰ مقاصد کی نفی قرار پاتے ہیں۔ بلاشبہہ روزہ کھانے پینے کے شوق کو اُکسا دیتا ہے، اس اکساہٹ کو دبانا، نہ کہ پرورش دینا، اس سے نجات پانا نہ کہ ناز نخرے اٹھانا مطلوب ہے اور تزکیہ نفس کے جلی عنوانات سے عبارت ہے۔ جن حضرات کو تسلسل سے روزہ رکھتے ہوئے ۶۰، ۷۰ سال ہوگئے ہوں، انھوں نے گرمی کے روزے، سردی کے روزے، جوانی کے روزے، بڑھاپے کے روزے، صحت کے روزے، عدم صحت کے روزے، غربت اور ناداری کے روزے، سہولتوں اور آسایشوں کے روزے رکھے ہوں گے۔ خوش حالی اور خستہ حالی، سفر و حضر، دھوپ چھاؤں، تنگی ترشی سے گزرے ہوں گے۔ وہ سراپا اس کی گواہی دیں گے کہ یہ عبادت ہر طرح کے حالات میں بندگی کی تربیت دیتی ہے۔ برسہا برس اس فرض کی پکار پر لبیک کہتے کہتے، اس عبادت سے استغنا اور بے نیازی نہیں پیدا ہوتی، بلکہ طلب، آرزو اور کیف و سرور کی لذت و آشنائی، بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔

رمضان المبارک صیام اور قیام سے عبارت ہے، یعنی دن کو روزے اور رات کو قرآنِ پاک کے ساتھ شغف اور تعلّق کی آبیاری! دن بھر نفس کو بھوکا پیاسا رکھ کر اس قابل بنایا جاتا ہے کہ قرآن سن سکے اور جذب و انجذاب کے مراحل سے گزر سکے۔ یوں نفس کی کثافتیں دور کی جاتی ہیں تاکہ قرآن پاک سے حقیقی مناسبت پیدا ہوسکے۔ دن بھر نفس کو قابو کیا جاتا ہے۔ منہ زور گھوڑے کو لگام دی جاتی ہے۔ پھر منزل (قرآن پاک) کی طرف اسے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ صیام اور قیام، دونوں سے مل کر ہی وہ انسان تشکیل پاتا ہے جو اسلام کا انسانِ مطلوب ہے۔

یہ بات ذہن و دل کے دور دراز گوشے میں بھی مستحضر رہنی چاہیے کہ 'عبادات' ازخود مطلوب ہیں۔ ان میں پنہاں حکمتیں، مادی اور دینوی فوائد اپنی جگہ لیکن ان کا اللہ کی ہدایت و حکم ہونا اس امر کے لیے کافی ہے کہ انھیں دائماً ظاہری آداب اور باطنی محاسن سے آراستہ و پیراستہ کیا جائے اور ان کے لیے سنتِ ثابتہ سے رہنمائی لی جائے۔ آخرت کی جواب دہی کے تصور کو زندہ و تابندہ کیا جائے اور بجا طور پر دنیا میں خلافت اور نیابت کے جس منصب پر ہمیں فائز کیا گیا ہے، عبادات سے اس کردار کو ادا کرنے میں مدد لی جائے۔

روزے کی نفسیات اور جزئیات پر جس قدر غور کیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ بندگی رب کا سفر طے کرنے، معراجِ انسانیت کو پہنچنے، نیز انسانی معاشروں کو قیادت و سیادت فراہم کرنے، معروف کی چمن بندی اور منکر کے جھاڑ جھنکار سے نجات دلانے کے لیے 'روزہ' فیصلہ کن عمل انگیز (catalyst) کا کردار ادا کرتا ہے۔ مستحکم قوتِ ارادی، عزمِ صمیم، کرنے اور کر گزرنے کا داعیہ، تعلّق باللہ کی استواری، اپنے رب سے ایک اٹوٹ اور جیتے جاگتے تعلّق کی آبیاری، اس کی رضا جوئی کی بڑھتی ہوئی طلب، یہ وہ صفات ہیں جو روزے سے پیدا ہوتی ہیں۔

● **رمضان اور جہاد:** رمضان المبارک انفرادی سطح پر بلندیوں، رفعتوں اور تعلّق باللہ کی پہنائیوں کا سفر طے کراتا ہے۔ ہر نفل کا صلہ فرض کے برابر، ہر فرض ۷۰ گنا اجر کا حامل، لیلۃ القدر بندگیِ رب کی ہزار ماہ کی مسافت طے کرا دیتی ہے، روزے کا اجر و صلہ، خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بابرکات عطا کرتی ہے اور بندے کو اس کا رب مل جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح رمضان اجتماعی اور ملّی سطح پر بھی فتح و ظفر اور کامیابیوں اور کامرانیوں کا عنوان ہے۔ معرکۂ بدر اور فتح مکہ کے ابواب رقم ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے منظرنامے میں محمد بن قاسم کی آمد اور یوم باب الاسلام، نیز پاکستان کا قیام، ستائیسویں شب کا انعام ہے۔ اس ماہِ مبارک سے انفرادی اور اجتماعی طور پر سبق لینا ضروری ہے۔ ایک طرف تعمیر سیرت، تزکیہ نفس اور اخلاق و کردار کی مضبوطی مطلوب ہے، اور دوسری طرف اجتماعی مسائل، کشمیر، فلسطین کی آزادی اور امریکی مداخلت اور چیرہ دستیوں سے پاک معاشرے اور طاغوت کی فرماں روائی سے آزاد معاشرے کے قیام کے لیے کوشش و کاوش اور جدوجہد بھی ضروری ہے ـــــ گویا تزکیۂ اور جہاد دونوں مطلوب ہیں!!

اس بار رمضان المبارک اس حال میں طلوع ہو رہا ہے کہ پوری اُمت میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے۔ ہزار ہا ہزار فرزندانِ توحید اور شمعِ رسالتؐ کے پروانے اپنے رب کی طرف دیوانہ وار بڑھ رہے ہیں اور طاغوت کی فرماں روائی کو چیلنج کر رہے ہیں۔ قرآن وسنت کی بالادستی کے لیے اور اسلام کو ایک نظامِ حیات کے طور نافذ کرانے کے لیے شب و روز کی کوششوں اور مشقتوں میں اپنے پیروں کو غبار آلود کر رہے ہیں۔

رجب سنہ ۲ ہجری میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ گویا پچھلی اُمت منصب قیادت و رہنمائی

سے ہٹادی گئی اور اُمت مسلمہ کو اس ذمہ داری پر فائز کر دیا گیا۔ سن ۲ ہجری کے اگلے مہینے، شعبان المعظم میں رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے ۔ گویا قیادت و سیادت کی تربیت اور تزکیے کا اہتمام اور رہنمائی کے منصب کے لیے صلاحیت و استعداد کو پرورش دینے کا عمل رمضان المبارک سے جوڑ دیا گیا۔ سنہ ۲ ہجری کے اگلے مہینے، رمضان المبارک میں، جہاد وقتال کا حکم نازل ہوا۔ ہمارے حالات آج بھی سنہ ۲ ہجری کے تین ماہ میں ربانی فیصلوں اور ان کی ترتیب میں اُمت کے لیے کچھ کرنے اور کرگزرنے، بے خطر آتش نمرود میں کود پڑنے اور اُمت کی بگڑی بنانے کی طرف بلا رہے ہیں۔ نہتے اور بے سروسامان غازیوں، مجاہدوں اور صف شکنوں کے قافلے رواں دواں ہیں، پیروں کو غبار آلود کرتے ہوئے، سر سے کفن باندھ کر جان ہتھیلی پر لیے بآواز بلند پکارتے ہوئے کہ ع یہ بندہ دو عالم سے خفا تیرے لیے ہے، منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ نشانات منزل عبور کر رہے ہیں۔ رمضان المبارک ان جذبوں کو مہمیز دینے کے لیے طلوع ہو رہا ہے، بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر، ماضی سے اپنے رشتے استوار کرنے کے لیے رب کی رضا اور اس کی جنتوں کے حصول کے لیے میری نماز، میری قربانی، جینا اور مرنا رب العالمین کے لیے ہے، اس کا ورد کرتے ہوئے پوری اُمت میں ایک طرف جہاد کا کلچر فروغ پا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ اور رجوع الی اللہ کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ بندوں کی غلامی سے نکال کر بندوں کے رب کی طرف لے جانے کی تدبیر روبۂ عمل آرہی ہے۔

لوگ اس شعور سے مزین اور آشنا ہوتے جارہے ہیں کہ اُمت کے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے، ۵۷ حکومتیں ہیں، اتنی ہی فوجیں ہیں، ایٹمی صلاحیت کا حامل ملک بھی ہے، مادی وسائل، جغرافیائی اور اسٹرے ٹیجک اہمیّت کے خطے، اُمت کے ہم رکاب ہیں____ لیکن اے بسا آرزو، یہ سارے وسائل دشمن کے لیے استعمال ہو رہے ہیں، اسے لاجسٹک سپورٹ فراہم کی جارہی ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے باغیوں کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں، انھیں کھل کھیلنے کا موقع جابجا دیا جارہا ہے۔ سارے مسلم حکمران، الاماشاء اللہ، امریکا اور مغرب کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہیں، غیروں کی دی گئی ہر ڈکٹیشن انھیں قبول ہے، طاغوت کی ہر پالیسی پر آمنا و صدقنا اور بلاچوں وچرا سرتسلیم خم کر دینا ہمارے حکمرانوں کا شیوہ ہوگیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نتیجے میں

نوجوان غول درغول ردعمل کا شکار ہورہے ہیں، اشتعال کے حوالے ہورہے ہیں، 'جہاد' کی نئی نئی تعبیریں بھی سامنے آرہی ہیں۔ لیکن جدوجہد کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے ـــــ قال اللّٰہ و قال الرسول کی پکار جا بجا سنی جارہی ہے، منبر ومحراب سے وابستگی میں اضافہ روز کا تجربہ ہے، ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں نثار کرنے والے، ڈنکے کی چوٹ پر شمع رسالت کے پروانے بنے ہوئے ہیں، ختم نبوت کے عقیدے سے چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کے لیے استدلال کی قوت اور قوت کے اظہار کے لیے سرگرداں ہیں۔ ایسے میں رمضان المبارک کی ساعتیں بآواز بلند بھی اور باندازِ خفی بھی ؏ فضائے بدر پیدا کرنے ...... کی سرگوشیاں کررہی ہیں!

● **اُمت کے لیے لمحۂ فکریہ!** رمضان المبارک میں اہلِ علم اور فقہاے کرام پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حالات کا تجزیہ کریں اور ٹھنڈے دل و دماغ سے اُمت کی، بالخصوص نوجوانوں کی رہنمائی کریں، ان کی توانائیاں اور قربانیاں ضائع نہ ہونے پائیں، ان کی قوتِ کار کو صحیح رُخ دیں، ان کی تڑپ اور کسک کو محسوس کریں، اور طاغوت کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے والوں اور ان کے آگے بند باندھنے والوں کی علمی وفکری رہنمائی بھی کریں اور عمل کی دنیا میں ترجیحات اور الاھم فالاھم کی ایسی تشریح بھی کریں جو طمانیت قلب کا باعث بن سکے۔ اگر لبنان کے حزب اللہ، فلسطین کے حماس، کشمیر کے حزب المجاہدین اور افغانستان کے طالبان نوجوانوں کے لیے مثال اور نمونہ بن رہے ہیں اور خوابیدہ اُمت کو جگانے کا ذریعہ بن رہے ہیں، تو یہ لمحۂ تاریخ ماضیِ قریب اور بعید کے اَن گنت تجربات سے سیکھنے اور اُمت کو اصلاح کی طرف مائل کرنے کا بہترین موقع ہے۔ رمضان المبارک اس کا وافر سامان بہم پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

قرآن پاک کی رہنمائی، اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پا، شب قدر کی فیصلہ کن اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے جڑی ہوئی یقین سے سرشار، انشراح صدر کی دولت، حالتِ روزہ کی پاکیزہ گھڑیاں اُمت کے ایجنڈے پر غور وفکر کے لیے صرف ہونی چاہییں۔ اُمت کی زبوں حالی کہ ؏ ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات، اور اس کے متوازی، بیداری اور رجوع الی اللہ کی لہر کی قدر افزائی اور حوصلہ افزائی کی اجتماعی طور پر ضرورت ہے۔

رمضان المبارک کی رہنمائی ہمہ جہت ہے، ہمہ وقت ہے، ہر لمحے اور تا قیامت ہے۔

غزوۂ بدر بھی اگر محض ایک واقعہ ہوتا تو تاریخ کا حصّہ بن چکا ہوتا، ماضی کے جھروکوں میں گم ہوگیا ہوتا، لیکن یہ رہنمائی ہے۔ ایک ابدی پیغام ہے اور قیامت تک کے لیے دیوار پر لکھی تحریر ہے ع بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ! اس کے پیغام میں تازگی و نمو ہے، سیرابی اور شادابی ہے کہ جب عقیدوں کی جنگ ہو، تہذیبوں کا معرکہ ہو یا اصولوں کی آویزش ـــــ اس میں عددی قوت، اسلحہ اور ساز و سامان، آلاتِ حرب و ضرب ثانوی اہمیّت اختیار کر جاتے ہیں، فیصلہ کن حیثیت اور اقدام کی صلاحیت عقیدہ و اصول کی ہو جاتی ہے۔ قیامت تک یہی کلیہ کارفرما رہے گا۔ رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ سمجھ کر ان سے خوف زدہ ہونے والے ایک تاریخ رقم کریں گے اور اژدھوں اور سانپوں کو بے معنی اور پرکاہ کے برابر اہمیّت نہ دینے والے بھی۔ تن و توش کروفر اور سائنس و ٹکنالوجی کی ایجادات پر غرہ کرنے والے اور ناخداؤں کو خدا بنانے والے بھی موجود رہیں گے اور کئی کئی وقت کے فاقوں سے پیٹ پر پتھر باندھنے والے اور جنت کی خوشبو اور اس کی لپٹوں سے سرشار ہونے والے بھی حق و باطل کے اس معرکے میں اپنی گردنوں پر سر سجائے، گردنیں کٹوانے کے لیے تیار نظر آئیں گے!

اہلِ علم ہی یہ کام کر سکتے ہیں کہ اُمت کو باور کرائیں کہ ہمارا اصل ہتھیار، ایٹم بم نہیں ہے، گو ہمیں اس کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (اور تم لوگ جہاں تک تمھارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو۔ انفال ۸:۶۰) ـــــ مگر ہمارا اصل ہتھیار اپنے رب پر جیتا جاگتا ایمان، قرآن پاک کی رہنمائی اور ہدایت کو سینے سے لگانا اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تک جانے کے تمام راستے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر گزرتے ہیں، آپؐ کی سنتوں کو اپنانا، آپؐ کی شریعت کے نفاذ کے لیے اٹھنا، اور آپؐ جو جدوجہد اور کش مکش ہمارے درمیان چھوڑ گئے ہیں اس کا خوگر بننا، کامیابی کی نوید ہے۔

رمضان المبارک، تذکیر کا عنوان ہے: ''پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ'' کا امید افزا پیغام ہے۔ ہمیں اس پیغام کو نہ صرف رمضان میں بلکہ باقی گیارہ مہینوں میں بھی تازہ رکھنے اور مقدور بھر اُمت کے ایک ایک فرد تک پہنچانے کی ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

پاک امریکا تعلقات: فیصلے کی گھڑی

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

پروفیسر خورشید احمد

اگست کا مہینہ، ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کے اس تاریخی دن کی یاد دلاتا ہے جب اس برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے ایک تاریخ ساز جدوجہد کے بعد مملکتِ خداداد پاکستان حاصل کی۔ اس کے لیے لازوال قربانیاں دیں، انگریز اور ہندو کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کیا۔ نصب العین کے لیے یکسو ہوکر ملک کے ہر حصے کے مسلمان خواہ وہ پنجابی تھے یا بنگالی، سندھی تھے یا بلوچی یا پٹھان، ہر تعصب سے بالا ہوکر میدانِ عمل میں کود پڑے۔ ہمارے قائدین نے بار بار واضح کیا کہ یہ علیحدہ خطۂ ارض ہم اس لیے حاصل کررہے ہیں کہ ہم اسلام کی تعلیمات کے مطابق معاشرہ تعمیر کریں گے جو گم کردہ راہِ انسانیت کے لیے مینارۂ نور ہوگا۔

ہمارے بعد آزاد ہونے والے ممالک کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں، لیکن ۶۴ سال بعد آج ہم جائزہ لیں تو بحیثیت مجموعی تشویش ناک صورت حال سامنے آتی ہے۔ زندگی کا کوئی بھی دائرہ ایسا نہیں کہ ہم اطمینان کا اظہار کرسکیں۔ اسلامی معاشرہ تو بہت دُور کی بات ہے، ایک عام انسانی معاشرے کی حیثیت سے بھی ہم بہت پیچھے چلے گئے ہیں۔ اخلاق، سیاست، معیشت، عدلیہ، امن وامان کی صورت حال، ہرجگہ ایک بحران کی کیفیت ہے۔ یقیناً ہم نے ایٹم بم بنایا ہے، بہت سے دائروں میں ترقی بھی کی ہے لیکن ان امور سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے آج صرف یہ جائزہ لیں گے کہ امریکا سے تعلقات کے حوالے سے ہماری آزادی وخودمختاری کی کیا کیفیت ہے۔

● **امریکا کی دوستی اور دشمنی**: ڈاکٹر ہنری کسنجر امریکا کی خارجہ پالیسی ہی نہیں عالمی سیاست کے باب میں بلاشبہہ 'مصلحت انگیز'، 'فقیہ شہر' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ان کا کمال ہے کہ کبھی کبھی وہ اُس 'رند بادہ خوار' کا کردار بھی ادا کر جاتے ہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ع

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچّی بات مستی میں

ان کا ایسا ہی ایک ارشاد ہے کہ دنیا کو جان لینا چاہیے کہ امریکا کی دشمنی مہنگی پڑتی ہے لیکن یہ بھی نہ بھولیں کہ اس کی دوستی بھی کچھ کم مہنگی نہیں! پاکستان نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے لیکن اس کی عاقبت نااندیش قیادتوں نے شاید قسم کھا رکھی ہے کہ خود اپنے اور دوسروں کے تجربات سے کبھی کوئی سبق نہیں لیں گے۔

تازہ ترین صورت حال ریمنڈ ڈیوس کے بھرے چوک میں دو نوجوانوں کے قتل سے شروع ہوکر، اس کے فرار اور پھر ۲ مئی کے ایبٹ آباد پر حملے اور ڈرون حملوں کو روکنے سے انکار بلکہ ان میں مسلسل اور معتدبہ اضافے، فوج اور آئی ایس آئی کے خلاف بیان بازی (war of words)، سیاسی قیادت کی طرف سے شمسی ایئربیس کے بارے میں ٹکا سا جواب، امریکی فوجیوں کی واپسی اور ویزے کے بارے میں معمولی سی چھان بین پر برہمی، امریکا کے تنخواہ دار مخبروں، خصوصیّت سے اسامہ بن لادن کی تلاش کے سلسلے میں جعلی ویکسین کا ڈراما رچانے والے ڈاکٹر کی گرفتاری اور پھر سالانہ فوجی امداد کے ایک تہائی، یعنی ۸۰۰ ملین ڈالر کی بندش ___ وہ واقعات ہیں جو ایک فیصلے کی گھڑی (moment of truth) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ فیصلہ کن لمحہ ہے جس پر پاکستان کی آزادی اور اس کے مستقبل کا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس فیصلے کو اس قیادت پر نہیں چھوڑا جاسکتا جس کا اصل چہرہ وکی لیکس کے آئینے میں سب نے دیکھ لیا ہے اور جو اپنے اقتدار میں آنے اور کرسی بچانے کے لیے امریکا کے مرہونِ منت ہیں۔ فوجی قیادت کا کردار بھی کچھ بہت قابلِ فخر نہیں اور شاید اب ایک آخری موقع ہے کہ وہ اس اعتماد کو بحال کرنے میں اپنا کردار ادا کریں جس کی خاطر قوم نے اپنا پیٹ کاٹ کر ان کی تقویت کا سامان کیا ہے۔

امریکا سے اسٹرے ٹیجک دوستی پر ہمیں تو کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یقین کیا گمان بھی نہ

تھا لیکن وہ جو یہ راگ الاپ رہے تھے، اب خود ان کے چہرے پر بار بار طمانچے پڑنے کے بعد یہ تحریر پڑھی جاسکتی ہے کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب وقت آ گیا ہے کہ عوام کی آواز کو سنا جائے، بلکہ خود پارلیمنٹ نے جو واضح راہِ عمل اپنی دوقراردادوں (۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۸ء اور ۱۴ مئی ۲۰۱۱ء) کی شکل میں دی ہے اس پر لفظ اور معنٰی ہر دو اعتبار سے عمل کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے زمینی حقائق کا صحیح صحیح ادراک ہو اور پھر ان کی روشنی میں اور اپنے قومی مفادات اور عوام کے جذبات اور عزائم کی روشنی میں تعلقات کی واضح انداز میں تشکیلِ نو ہو۔

● **زمینی حقائق**: پہلی بات یہ واضح ہوجانی چاہیے کہ امریکا کے مقاصد، اہداف اور ترجیحات اور پاکستان کے مفادات، مقاصد اور ضرورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امریکا کا اصل مقصد اس یک قطبی عالمی نظام کا تحفظ ہے جس میں مرکزی حیثیت اسے حاصل ہے۔ وہ دنیا کے ۸۰ ممالک میں اپنی فوجیں رکھ کر اور عالمی مالیاتی اداروں پر اپنی گرفت مضبوط کر کے دنیا کی بیش تر اقوام کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس کی اسٹرے ٹیجک دوستی صرف اسرائیل اور برطانیہ سے ہے اور پھر دوسرے دائرے میں یورپی ممالک اور بھارت آتے ہیں۔ رہی اسلامی دنیا، پاکستان اور تیسری دنیا کے ممالک وہ اس کی نگاہ میں صرف آلۂ کار اور کارندوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ پاکستان کی قیادت کو اس امر کا پورا ادراک ہو کہ ہماری حیثیت ان کی نگاہ میں کیا ہے۔

دوسری بنیادی بات یہ سامنے رکھنے کی ہے کہ امریکا سے ہمارے تعلقات میں پچھلے ۶۴ برسوں میں نشیب و فراز تو بہت آئے ہیں اور ان میں بھی نشیب زیادہ اور فراز کم، لیکن جو صورت حال نائن الیون کے بعد رونما ہوئی ہے اس کی پہلے کوئی مثال نہیں۔ جنرل پرویز مشرف کے دور میں اور اس سے بھی بڑھ کر زرداری گیلانی اقتدار کے دور میں امریکا نے اپنی گرفت ہم پر مضبوط کی ہے، ہمیں اپنی محتاجی کے جال میں پھنسایا ہے، ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کی ہے اور عمومی پالیسی ہی نہیں، معمولی معمولی امور تک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ امریکی سفیر

داخلی امور پر ہدایات دے رہے ہیں۔ امریکی فوجیوں، سیکورٹی معاونین، مخبروں اور کاسہ لیسوں کا جال ملک کے طول و عرض میں بچھا دیا گیا ہے اور اگر پاکستان اپنے قومی مفاد میں کوئی معمولی سے معمولی اقدام کرتا ہے، جیسے فوجیوں کی واپسی، سفارت کاروں سے ان کے شناختی کارڈ دکھانے کا مطالبہ، ویزوں کے بارے میں ضروری تحقیق و تفتیش کی جسارت، تو نہ صرف فوجی اور سول امداد کی گاجروں کو ہاتھ سے چھین لیا جاتا ہے بلکہ ڈنڈوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ تضحیک اور تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور عالم یہ ہے کہ ع

زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجیے دہن بگڑا

ڈرون حملوں کو جاری رکھنے، اپنے مخبروں کو رہا کرانے، شمسی ایئربیس کو خالی کرنے کے مطالبے کا ٹکا سا انکاری جواب دینے اور فوجی امداد روکنے کے اقدام کے بعد، اب پاکستان کے سامنے صرف ایک راستہ ہے ـــــ امریکا کے تعلقات کے موجودہ دروبست کو یکسر تبدیل کرنے اور بالکل نئی شرائط اور نئے نکات پر تعلقات کی ازسرنو تشکیل کا راستہ۔

آگے بڑھنے سے پہلے تین باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

۱- بلاشبہہ ہم نے امریکا پر اپنی محتاجی (dependence) کو خطرناک حد تک بڑھا لیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ پاکستان کوئی ناکام یا بے سہارا ملک ہے۔ ہمارے وسائل ہماری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہیں اور قوم میں وہ ہمت اور صلاحیت ہے کہ اگر قیادت صحیح رویہ اختیار کرے تو یہ ملک اپنے مفادات کے تحفظ کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس نے بار بار اس کا ثبوت بھی دیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جن حالات میں ہم نے اپنی آزادی کا سفر شروع کیا تھا، دنیا کو یقین تھا کہ ہم چند مہینوں میں بھارت کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے اور دوبارہ اس کے زیرِ عاطفت آجائیں گے لیکن اس غیور قوم نے اپنے معاملات کو سنبھالا، کشمیر کے محاذ پر پنجہ آزمائی میں بھی پیچھے نہیں رہی اور ۱۹۴۹ء جب تخفیفِ زر کا طوفان آیا تو روپے کی قدر نہ گرا کر بھارت، برطانیہ اور دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ بے سروسامانی سے آغاز کر کے جس طرح ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء میں اپنے حالات کو سنبھالا، وہ بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود ایک بڑا کارنامہ تھا۔ پھر امریکا سے دوستی اور اس کے مطالبات کے باوجود چین کو تسلیم کرنا اور اس سے اسٹرے ٹیجک شراکت کی

راہ ہموار کرنا ایک اہم کارنامہ تھا۔ ۱۹۹۸ء میں ایٹمی تجربہ بھی اسی نوعیت کی کامیابی ہے۔ اگر قیادت صحیح فیصلہ کرے اور قوم کو اپنے ساتھ لے کر چلے تو آج ہم امریکا کے چنگل سے نکلنے کے لیے ماضی کے ان تمام ادوار کے مقابلے میں زیادہ صلاحیت اور وسائل رکھتے ہیں۔

۲- دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ آج ہم ہی امریکا کے محتاج نہیں، خود امریکا بھی چند نہایت اہم امور کے سلسلے میں ہماری مدد اور تعاون کا محتاج ہے، بشرطیکہ ہم اپنے پتے صحیح صحیح کھیلیں اور اپنے قومی مفاد، آزادی اور عزت کے تحفظ کے لیے سینہ سپر ہو جائیں۔ مسئلہ غیروں کی کارروائیوں سے زیادہ اپنی کمزوریوں کا ہے۔

۳- تیسری بنیادی بات یہ ہے کہ امریکا افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے اور اپنے طویل المیعاد مفادات کے تحفظ کے کسی انتظام کے ساتھ وہاں سے باعزت انداز میں واپسی چاہتا ہے اور اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ امریکا افغانستان اور پاکستان سے ۱۱ہزار کلومیٹر دُور ہے لیکن ہماری اور افغانستان کی مشترک سرحدات ۱۵۰۰ کلومیٹر سے زیادہ ہیں اور ہمارے تاریخی، تہذیبی، دینی، معاشی اور سیاسی رشتے بالکل دوسری نوعیت کے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی حماقتوں سے ہم نے اپنے دوستوں کو دشمن بنا لیا، اور جو دشمن تھے ان کی دشمنی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ امریکا کی سرزمین تو شاید کسی حد تک دہشت گردی سے محفوظ ہو گی___ گو دہشت گردی کے خوف کی فضا نے اس کو بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور نہ معلوم کب تک اسے اس عذاب میں مبتلا رہنا پڑے گا___ لیکن ہماری سرزمین جو اس نوعیت کی دہشت گردی سے بالکل پاک تھی، اب اس کی گرفت میں ہے، اور دہشت گردی کی کمر توڑنے کے باربار کے دعووں کے باوجود اس میں کوئی کمی نہیں آرہی۔ یہ کمی صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے سلامتی کی صورت حال کا اپنے نقطۂ نظر سے جائزہ لیں، اسے ازسرنو مرتب کریں اور سیاسی مسائل کے لیے سیاسی حل پر عمل کرنے کا راستہ اختیار کریں۔ اس سلسلے میں ہمارے اور امریکا کے راستے اور مفادات مختلف ہیں۔ اس حقیقت کے ادراک کے بغیر اصلاح کی کوئی صورت نہیں۔ پارلیمنٹ نے یہی راستہ دکھایا ہے لیکن سیاسی اور فوجی قیادت اپنے اپنے زعم اور اپنے اپنے مفادات کے چکر میں اس راستے کی طرف کوئی پیش رفت نہیں کر رہی، اور امریکا سے باربار ڈنڈے کھانے کے باوجود بھی آزادی، خودانحصاری اور

عزت کا راستہ اختیار کرنے سے پس و پیش کر رہی ہے۔

● **امریکا سے دوستی کی قیمت**: پاکستان اور امریکا کے تعلقات اب اس مقام پر آگئے ہیں جہاں ایک بنیادی فیصلہ ناگزیر ہوگیا ہے۔ عوام نے کسی دور میں بھی امریکا کو قابلِ اعتماد دوست نہیں سمجھا۔ راے عامہ کے جتنے بھی جائزے گذشتہ برسوں میں ہوئے ہیں، خصوصیت سے وہ جو ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ملکی یا غیرملکی اداروں نے کیے ہیں، ان میں یہ حقیقت تسلسل کے ساتھ کھل کر سامنے آئی ہے کہ ۷۰ سے ۹۰ فی صد عوام اس پالیسی سے بے زار ہیں جس کا عنوان 'پاک امریکا دوستی' ہے۔ اس دوستی کا حاصل امریکا کی 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' میں جنرل پرویز مشرف کے دور میں پاکستان کی غیرمشروط شرکت ہے۔ اس نے ملک میں دہشت گردی میں غیرمعمولی اضافہ کردیا ہے جس کے نتیجے میں علاقے کا امن تہ و بالا ہوگیا۔ ان ۱۰ برسوں میں پاکستان میں ۳ہزار سے زیادہ فوجی اور ۳۵ہزار سے زیادہ عام شہری موت کے گھاٹ اُتارے جاچکے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور خود اپنے ہی ملک میں بے گھر ہوجانے والوں (IDP) کی تعداد ۴۰لاکھ سے متجاوز ہے۔ معاشی اعتبار سے اب اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں کہ ملک کی معیشت کو تباہ کرنے میں سب سے زیادہ دخل اس جنگ اور اس کے اثرات کا ہے۔ انسانی جان و مال کے نقصان کے علاوہ بحیثیت مجموعی معیشت کو جو نقصان اُٹھانا پڑا، اس کا محتاط ترین سرکاری تخمینہ ۶۹ رارب ڈالر ہے جو پاکستانی روپے میں تقریباً ۶ہزار ارب روپے بن جاتا ہے___ یعنی پاکستان کے دو سال کے مکمل مرکزی بجٹ سے بھی زیادہ۔

یہ سب درست، لیکن اصل مسئلہ محض معاشی نہیں۔ امریکا نے خاص طور پر گذشتہ ۱۰، ۱۱ برسوں میں پاکستان کو عملاً اپنی ایک طفیلی ریاست بنالیا ہے جس کے نتیجے میں ملک کی آزادی، حاکمیت، خودمختاری اور عزت پارہ پارہ ہیں۔ شروع میں امریکا نے اس پالیسی کو carrot and stick، یعنی ترغیب اور ترہیب، گاجر اور ڈنڈے کی پالیسی کہا مگر اب گاجر کا حصہ معدوم ہوتا جارہا ہے اور صرف ڈنڈے کی حکمرانی ہے۔ رواں سال میں ریمنڈ ڈیوس کے واقعے سے لے کر جولائی ۲۰۱۱ء میں امریکا کی فوجی امداد میں ۸۰۰ ملین ڈالر کی کمی اس کے مختلف مظاہر ہیں۔ ڈرون حملوں کا آغاز ۲۰۰۴ء میں ہوا اور ان سات برسوں میں ۲۶۰ حملے ہوچکے ہیں اور ان میں ہلاک ہونے والے نام نہاد مطلوبہ

دہشت گردوں کی تعداد ۵۰ اور ۶۰ کے درمیان ہے، جب کہ ان حملوں میں لقمۂ اجل بننے والے عام بے گناہ پاکستانیوں کی تعداد ۲۵۰۰ سے متجاوز ہے۔ امریکا پوری رعونت کے ساتھ ہماری سرحدوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے، ہماری حاکمیت کو پامال کر رہا ہے اور ہمارے شہریوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے۔ ان دستاویزات کی روشنی میں جو وکی لیکس کی بنا پر طشت از بام ہوچکی ہیں، ان میں سے بیش تر حملے ماضی میں خود ہماری سرزمین سے امریکی اڈوں سے ہوتے رہے ہیں اور یہ اڈے وہ ہیں جن کی حفاظت ہماری اپنی افواج اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں کرتی رہی ہیں، اور جنرل پرویز مشرف سے لے کر زرداری گیلانی تک سب کی طے شدہ منظوری سے ہماری سرزمین پر ہماری آبادیوں کو موت کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں کہ امریکی افواج اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر فوج کشی کے ۱۰ برسوں میں جتنا جانی نقصان اُٹھایا ہے، پاکستان کی افواج اور شہریوں نے اس سے کہیں زیادہ نقصان برداشت کیا ہے۔ اس سب کے باوجود امریکا اور عالمی میڈیا پاکستان کو دوغلی پالیسی، دھوکا دہی، بدعنوانی اور بدعہدی کا مجرم قرار دے رہا ہے۔ اسے دنیا بھر میں دہشت گردی کا مرکز قرار دے رہا ہے اور افغانستان میں اپنی پالیسی کی ناکامی کا ملبہ بھی پاکستان پر گرانے کی مذموم کوششیں کر رہا ہے۔ ۲مئی ۲۰۱۱ء کے ایبٹ آباد پر حملے اور اسامہ بن لادن کی مبینہ ہلاکت کے ڈرامے کی بنیاد پر پاکستان، اس کی افواج، خفیہ ایجنسیوں اور خود حکومت کو نشانہ بنایا جارہا ہے اور فوجی، سیاسی اور معاشی دباؤ کے ساتھ اس کے خلاف اپنی لفظوں کی جنگ (war of words) کو بھی ایک نئی انتہا تک لے جایا گیا ہے۔ امریکی حکومت اور اس کے ترجمان، کانگریس کی کمیٹیاں اور ان کے ترجمان، تھنک ٹینکس اور میڈیا، سب نے اپنی توپوں کے تمام دہانے پاکستان پر یلغار کے لیے کھول دیے ہیں۔ وزیرخارجہ ہیلری کلنٹن کا ارشاد ہے کہ ''پاکستان پر یہ سارا دباؤ جاری رہے گا تاآنکہ وہ امریکا کی شرائط کو منظور کرے اور اس کے مطالبات کو پورا کرے''۔ امریکی چیف آف اسٹاف مائیکل مولن نے ایک صحافی سلیم شہزاد کے قتل کی بلاواسطہ ذمہ داری پاکستان کی حکومت پر ڈالی ہے اور اس کے ساتھ فوجی امداد میں کٹوتی کا اعلان بھی کردیا ہے۔

● **فیصلے کی گھڑی:** یہ تمام حالات اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ امریکا سے تعلقات کے

ہر پہلو کا ازسرِ نو جائزہ لیا جائے اور جس دلدل میں ملک کو پھنسا دیا گیا ہے، اس سے نکلنے کے لیے ایک واضح نقشۂ کار بنا کر اس پر قومی یک جہتی کے ساتھ فی الفور عمل کا آغاز کیا جائے۔ یہ عوام کی دلی آرزو تھی، اور پارلیمنٹ نے دو بار، یعنی ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۸ء کی متفق علیہ قرارداد اور پھر ۱۴مئی کی قرارداد کی شکل میں قوم کے دل کی آواز کو پارلیمنٹ کے حکم کا درجہ دے دیا تھا، مگر حکومت نے اس قرارداد کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور اس کے کسی ایک حصے پر بھی عمل نہیں کیا۔ لیکن اس سال امریکا نے پے در پے جو حملے کیے ہیں، جو چرکے لگائے ہیں اور جو بے عزتی کی ہے، اس نے حالات کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اب امریکا سے تعلقات کے پورے سلسلے کو ازسرِ نو مرتب کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

امریکا بلاشبہہ ایک عالمی طاقت ہے۔ اس سے تعلقات پر نظرثانی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ قوم امریکا سے تصادم کا مطالبہ کر رہی ہے لیکن تصادم اور دشمنی، یا غلامی اور محکومی ہی دو آپشن نہیں ہیں۔ ایک دوسرے کے مفادات کے احترام کی بنیاد پر ایک باعزت پالیسی بھی تشکیل دی جاسکتی ہے جو قوت اور وسائل کے اختلاف کے باوجود دونوں کی آزادی، خودمختاری، مشترک مقاصد اور مفادات کے سلسلے میں تعاون پر مبنی ہو، اور ان تمام امور کے باب میں جہاں مفادات میں اشتراک موجود نہیں، اپنے اپنے مقاصد، مفادات اور اہداف کے لیے آزادانہ کردار کا اہتمام کیا جائے۔ بین الاقوامی قانون اور عالمی نظام دونوں کا یہی تقاضا ہے۔ قوی اور ضعیف، بڑا اور چھوٹا، سب عملی میدان میں برابری (functional equality) کی بنیاد پر ایک دوسرے سے معاملہ کریں۔ امریکا اور پاکستان کے تعلقات یک طرفہ اور ایک فریق کی بالادستی اور دوسرے کی عملاً محکومی کا رنگ اختیار کرچکے ہیں اور ان کا اسی طرح جاری رہنا نہ قوم کے لیے قابلِ قبول ہے اور نہ ملک اور علاقے کے مفاد میں ہے۔ اس لیے نئی آزاد خارجہ پالیسی کی تشکیل اور اس پر پوری یکسوئی کے ساتھ عمل کا پروگرام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

ہم امریکا سے معاشی، تجارتی، سیاسی اور ثقافتی تعلقات رکھنا چاہتے ہیں لیکن اس میں 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کی وجہ سے جو حاکم اور محکوم اور آقا اور ماتحت کا تعلق بن گیا ہے، اسے ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اس کے لیے جو قیمت بھی ادا کرنا پڑے قوم کو یک جان ہوکر اس کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ ایک مخصوص لابی اس سلسلے میں جن خطرات کا ہوّا کھڑا کر کے

ہمیں ڈرا رہی ہے، اس میں کوئی صداقت نہیں۔ گذشتہ ۶۴ برسوں میں امریکا نے چھے بار پاکستان سے تعلقات کو پست ترین سطح تک دھکیلا ہے اور ہم پر طرح طرح کی پابندیاں تک لگائی ہیں لیکن پاکستان کی معیشت ان سب نشیب و فراز سے بخوبی عہدہ برآ ہونے میں کامیاب ہوئی ہے۔ ۸۰۰ ملین ڈالر کی فوجی امداد امریکا نے روکی ہے۔ یہ کسی شمار قطار میں نہیں، البتہ ۱۰ برس میں امریکا نے جو فوجی اور معاشی امداد دی ہے اگر اس سب کو بھی لیا جائے تو اس کا حقیقی اثر ہماری معیشت پر برائے نام رہا ہے، جب کہ اس جنگ میں شرکت کی وجہ سے جو نقصان ہم کو ہوا ہے، وہ اعداد و شمار کی زبان میں بھی اس کے کم از کم ۵ گنا زیادہ ہوا ہے۔ آخری تجزیے اور حساب میں اس جنگ سے نکلنے اور امریکی امداد سے نجات پانے سے ہماری معیشت پر مثبت اثرات ہوں گے اور ملک خودانحصاری کی طرف تیزی سے آگے بڑھ سکے گا بشرطیکہ حکومت صحیح سیاسی اور معاشی پالیسیاں تشکیل دے، اور قوم پوری یکسوئی کے ساتھ اپنی آزادی، خودمختاری اور عوام کی خوش حالی کے لیے وسائل کے صحیح استعمال کا راستہ اختیار کرے۔

● **پاک امریکا تعلقات کے خطوط**: اس سلسلے میں چند بنیادی اصولوں کو سامنے رکھنا ضروری ہوگا:

۱- پاکستان وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ ہماری غربت اور معاشی پس ماندگی کی وجہ وسائل کی قلت نہیں، صحیح قیادت کا فقدان اور صحیح پالیسیوں سے محرومی ہے۔ قومی مقاصد، مفادات اور اہداف کا صحیح صحیح تعین اور ایک ایسی حکومت کی تشکیل اولین اہمیت رکھتی ہے جو عوام میں سے ہو، عوام کے سامنے جواب دہ ہو، اور پاکستانی قوم کے مفاد کی علَم بردار ہو۔ وژن اور اہداف کی درستی اور دیانت داری اور باصلاحیت قیادت کو بروے کار لانا اصلاحِ احوال کے لیے ناگزیر ہے۔

۲- پالیسی سازی میں پارلیمنٹ کا کردار مرکزی ہونا چاہیے اور عوام کو اعتماد میں لے کر ان کے جذبات اور ترجیحات کی روشنی میں یہ کام انجام پانا چاہیے۔

۳- امریکا سے تعلقات خودمختارانہ مساوات (sovereign equality) کی بنیاد پر ہونے چاہییں۔ معاشی امداد کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے۔ یہ خرابی کی جڑ ہے۔ تعلقات کے محور کو بدلنے اور تجارت اور دوطرفہ معاشی تعاون کو مرکزی حیثیت دینے کی ضرورت ہے۔

۴- اس وقت جو مراعات امریکا کو حاصل ہیں ان پر فوری طور پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔

چند اہم پہلو یہ ہیں:

● شمسی ایئربیس پر فوری طور پر پاکستان کا مکمل کنٹرول ہونا چاہیے۔ متحدہ عرب امارات سے جو بھی معاہدہ ہوا تھا، اسے اب ختم کرنے اور اس اڈے کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لانا ضروری ہے۔ متحدہ عرب امارات اور دوسرے مسلمان ملکوں کے حکمرانوں سے بھی بات چیت اور انتظامات کو نئی شکل دینے کی ضرورت ہے۔ جس طرح امریکا نے اس اڈے کو استعمال کیا ہے، اس سے وہ تمام مقاصد پارہ پارہ ہوگئے ہیں جن کی خاطر ماضی میں انتظامی معاملات طے ہوئے تھے۔ اب بالکل نئی صورت حال ہے اور اس کے لیے نئی حکمتِ عملی کی ضرورت ہے۔

● امریکا اور پاکستان کے درمیان ویزے کے نظام کی مکمل تشکیلِ نو کی ضرورت ہے۔ یہ کام وزارتِ خارجہ کے زیرانتظام ہونا چاہیے۔ وزارتِ داخلہ، انٹیلی جنس ایجنسیاں اور دوسری متعلقہ وزارتوں کا اپنے اپنے دائرۂ کار کے سلسلے میں کردار ہے، لیکن ماضی کے تجربات کی روشنی میں نئے قواعد وضوابط وضع کرنا ضروری ہے۔

● سفارتی عملے کی تعداد، ان کا عملی کردار، ان کے قواعد وضوابط سفارت کاری کے معروف اصولوں اور روایات کے مطابق ہونا چاہییں۔ جو استثنائی کردار ماضی میں رہا ہے، اسے درست کرنے اور ضابطوں کی حدود میں لانے کی ضرورت ہے۔

● تمام معاہدات کا لازماً تحریری شکل میں ہونا اور ان کی پارلیمنٹ سے توثیق ضروری ہے۔ اس سے پارلیمنٹ کی حقیقی بالادستی قائم ہوگی اور یہ امر حقیقی جمہوریت کی طرف پیش قدمی ہوگا۔

● امریکی اور ناٹو افواج کو راہداری کی جو سہولت دی گئی ہے اس پر نظرثانی کی جائے۔ اس کی نگرانی ہو اور اس سے جو نقصانات سڑکوں، پُلوں اور انفراسٹرکچر کو ہو رہے ہیں، ان کی تلافی کا مکمل انتظام ہونا چاہیے۔

● ڈرون حملوں کا معاملہ سب سے اہم ہے۔ ان کو فی الفور رُکنا چاہیے، ورنہ جیسا کہ پارلیمنٹ نے کہا ہے راہداری کی سہولت کو پورے عزم کے ساتھ روک دینا چاہیے، تاآنکہ تمام معاملات باہمی رضامندی سے، نئے انتظامات کے ساتھ طے نہ ہو پائیں۔ واضح رہے کہ اگر امریکا اس معاملے میں خودسری کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ پوری قوم اس کے خلاف اُٹھ کھڑی

ہو اور افواجِ پاکستان اس سلسلے میں اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کردار ادا کریں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں روس کے سلسلے میں اسی طرح کی ایک صورت حال سرحدوں کی خلاف ورزی کی رونما ہوئی تھی اور وزیراعظم محمد خاں جونیجو کی حکومت نے ایک جرأت مندانہ فیصلہ کیا تھا جس کے نتیجے میں روسی طیاروں کو سبق سکھایا گیا اور ہماری سرحدات کی خلاف ورزی کا دروازہ بند ہو گیا۔

● امریکا پر یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ مسئلے کا حل صرف سیاسی ہے۔ اگر امریکا خود طالبان سے مذاکرات کا سہارا لے رہا ہے تو پاکستان کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ وہ سیاسی حل کی جگہ فوجی قوت کا استعمال کرے اور حالات کو اپنے اور دوسروں کے لیے خراب اور خراب تر کرے۔

● افغانستان کا استحکام اور امن علاقے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے افغانستان کی تمام سیاسی قوتوں کا باہمی قومی اتفاق رائے ضروری ہے۔ افغانستان کے تمام ہمسایہ ممالک کو افغانستان کی حاکمیت کے پورے احترام کے ساتھ علاقائی امن کی خاطر مفاہمت کی بنیاد پر آیندہ کے تعلقات کو استوار کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں جہاں ہمسایہ ممالک کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے مکمل گریز کرنا چاہیے، وہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہمسایہ ممالک کو جو اسٹرے ٹیجک فکرمندیاں (concerns) ہیں، خصوصیت سے علاقے میں بھارت کے کردار کے بارے میں، ان کا معقول حل باہمی مشورے سے نکالا جائے۔

امریکا سے تعلقات اور افغانستان مسئلے کا حل اس طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں کہ ان کو الگ کر کے معاملات کو سلجھایا جانا مشکل ہے۔ جہاں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں جس مفاہمتی عمل کا آغاز ہوا ہے، وہ ایک مفید اور ضروری اقدام ہے اور افغان مسئلے کا حل افغانستان ہی کی تمام قوتوں کو مل جل کر کرنا ہے، وہیں پاکستان، ایران، وسط ایشیا کی ملحقہ ریاستوں اور خود چین کو بھی اس عمل میں ایک کردار ادا کرنا ہے۔ لیکن یہ کردار ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت کی شکل میں نہیں، بلکہ افہام و تفہیم کے ذریعے سب کے مشترک مفاد کی بنیاد پر ہو تو امن، سلامتی اور ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ یہی تاریخ کا سبق ہے جس کا جتنا احترام ہو سکے اتنی ہی ہماری کوششیں کامیابی سے ہم کنار ہو سکیں گی۔

توسیع اشاعت کی سہ ماہی مہم......اگست تا اکتوبر ۲۰۱۱ء

جب ارادہ ہو تو راستے خود نظر آتے ہیں

- آپ خریدار ہیں ـــــ ایک خریدار بنانے کا ارادہ کریں اور اسے پورا کریں، خواہ ۵ یا ۱۰ افراد سے کہنا پڑے۔
- آپ کسی سے لے کر پڑھتے ہیں ـــــ خرید کر پڑھیے۔
- اگر ۳۰۰ روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں تو کسی عزیز/ دوست کے نام، کسی رشتہ دار طالب علم/ طالبہ کے نام کامیابی پر یا کسی اور بہانے سال بھر کے لیے جاری کروا دیں۔
- کسی سطح پر نظم کے ذمہ دار ہیں تو ـــــ ● علاقے کے تمام امکانی خریداروں کے نام نمونے کا پرچہ بھیجنے کا اہتمام کریں۔ ● کارکنوں کو بیت المال سے اضافی شمارے فراہم کریں کہ وہ مہم چلا سکیں۔ ● دفتر ترجمان سے مطلوبہ تعداد میں بروشر طلب کریں۔ ● سربرآوردہ افراد کے نام بیت المال سے بطور ہدیہ جاری کروائیں (کسی بھی ضلع کے لیے ۵۰ کا ہدف بہت زیادہ نہیں ہے)
- کسی برادر/ خواہر تنظیم میں ذمہ دار ہیں تو جائزہ لیں کہ یہ کس طرح سب وابستہ افراد تک پہنچایا جائے۔
- بیرون ملک حلقے سے وابستہ ہیں تو ● خود ضرور خریدار بنیے، دیکھیے کہ سب کارکن خریدار ہیں۔
- ● باہر کے حلقے کے افراد کو پہنچائیں۔ ● پاکستان میں ۱۰، ۱۰ خریداریاں بھیجیں۔
- کسی اسکول نیٹ ورک کے ذمہ دار ہیں تو سب اسکولوں کے لیے جاری کروائیں۔

نہ بہت وقت چاہیے ، نہ بہت مال

صرف ارادہ اور تھوڑی سی کوشش ـــــ لیکن اجر بے نہایت

پہلے ماہ رمضان کی برکت سے ۷۰ گنا

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، 6- صابر سٹریٹ، اچھرہ، لاہور۔ 54600
فون: 042-37587916، ای-میل: tarjuman@tarjumanulquran.org

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کو رمضان کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملیں: ۱-روزے دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے ۲-اس کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔ وہ افطار کے وقت تک دعا کرتی رہتی ہیں۔ ۳-جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں: قریب ہے کہ میرے نیک بندے دنیا کی مشقتیں اپنے اُوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں۔ ۴-اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ جاتے ہیں۔ ۵-رمضان کی آخری شب میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، بزار)

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونے کے سبب یہ فضائل عطا فرمائے ہیں۔ ہمیں ان فضائل کے حصول کے لیے خوب کوشش کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اُمتی ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔ رمضان کی ان برکتوں سے اپنے آپ کو محروم نہیں رکھنا چاہیے۔

○

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے، اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو بھلائی کرنے والا ہے،

اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کو محبوب رکھتے ہیں۔ (المقاصد الحسنۃ، جامع الصغیر للسیوطی)

ہر بھلائی صدقہ ہے، یعنی صدقہ کے لیے مال دینا شرط نہیں ہے۔ مال کے علاوہ بھی صدقہ ہوتا ہے جو بھلائی بھی کسی کے ساتھ کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کرے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس کی طاقت کس کو ہے کہ ۳۶۰ صدقہ روزانہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں تھوک پڑا ہوا ہو، اس کو ہٹا دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ راستے میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو، اس کو ہٹا دو، یہ بھی صدقہ ہے، اور کچھ نہ ہو سکے تو چاشت کی دو رکعت اس کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔ اس لیے کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آدمی کے ہر ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے، اور اس کا سامان اُٹھا کر دینا بھی صدقہ ہے۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لیے چلے وہ بھی صدقہ ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے، روزہ صدقہ ہے، حج صدقہ ہے۔ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمدللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے جو کوئی راستے میں مل جائے اس کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے۔ برائی سے منع کرنا صدقہ ہے۔

دوسری چیز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کارِ خیر پر کسی کو ترغیب دے گا، اس کو بھی ایسا ہی ثواب ہے جیسے کہ کرنے والے کو۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ترغیب دینے والے کو بھی وہی ثواب ملتا ہے جو کرنے والے کو۔ اس طرح زیادہ ثواب حاصل کرنے کے امکانات کا وسیع میدان سامنے ہے۔ آپ کے کسی عمل سے، آپ کا نمونہ اور مثال دیکھ کر، آپ کے کہنے سے، آپ کی تقریر یا گفتگو سن کر، یا آپ کا مضمون پڑھ کر جو شخص دنیا میں جہاں کہیں بھی نیک عمل کرے گا اُس کا اجر اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا۔ اسی طرح مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کی طرف خاص طور پر ترغیب دی گئی ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے دینے کا بے حساب نظام، کاش! ہم لینے والے بن جائیں۔ رمضان میں خصوصی اہتمام کریں، خصوصی اجر کی خاطر۔

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقیر آدمی اپنی کوشش اور محنت سے جو صدقہ کرے، وہ تمام صدقوں سے افضل ہے۔ پہلے ان پر توجہ دو جو تمھاری اہل وعیال میں ہوں۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

جب آدمی نادار ہو اور حاجت مند ہو اور اس کے اہل وعیال بھی حاجت مند ہوں تو ایسی صورت میں محنت ومشقت اور مزدوری کے ذریعے کمائی کر کے صدقہ کرنا تمام صدقوں سے اس لیے افضل ہے کہ اس میں مال دار آدمی کے مقابلے میں زیادہ مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ صحابہ کرامؓ جو نادار ہوتے تھے وہ مزدوری کر کے اور بوجھ اُٹھا کر کمائی کرتے اور فی سبیل اللہ صدقہ کر کے اپنی آخرت سنوارتے، دنیا میں اپنے کھانے کو مؤخر کر دیتے اور آخرت کے کھانے کی فکر کرتے تھے۔ آج بھی صحابہ کرامؓ کی یاد تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس جذبے اور شوق میں اپنے اہل وعیال کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کی ضروریات پورا کرنا کنبے کے سربراہ کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو کسی بھی صورت میں نظرانداز کرنا صحیح نہیں ہے۔

○

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوتیں: بخل اور بداخلاقی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

کوئی شخص مومن ہو اور بخیل اور بداخلاق بھی ہو، یہ مومن کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ایسے شخص کو اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔ جیسے ہر خوبی دوسری خوبی کو کھینچتی ہے، ایسے ہی ہر عیب دوسرے عیب کو کھینچتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شح، بخل ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، جیسے آگ اور پانی جمع نہیں ہوسکتے اسی طرح بخل اور ایمان بھی جمع نہیں ہوسکتے۔ کنزالعمال میں ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر ولی میں دو خصلتیں جمع ہوتی ہیں: ایک سخاوت اور دوسری خوش خلقی۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو تو اس کی مخلوق پر خرچ کرنے کو بے اختیار دل چاہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں نہ تو چال باز، دھوکے باز داخل ہوگا اور نہ بخیل، نہ صدقہ کر کے احسان جتانے والا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

○

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے، ایک صحابی نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! شریعت کے احکام تو بہت سے ہیں۔ مجھے ایک چیز ایسی بتا دیجیے جس کو اپنا دستور اور مشغلہ بنا لوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ذکر سے ہر وقت رطب اللسان رہ۔

ایک اور حدیث میں ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں: یمن رخصت ہوتے وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری سوال یہ کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس حال میں تیری موت آئے کہ اللہ کے ذکر میں تیری زبان تر ہو۔(ابن ابی شیبه، احمد، ترمذی، ابن ماجه، ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت میں سائل کا مقصد اہم ترین چیز کو معلوم کرنا ہے تاکہ اسے اپنا معمول بنالے۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ نے بھی اہم ترین عمل معلوم کرنا چاہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے جواب میں ذکراللہ کی تلقین کی۔ ذکراللہ ایسی چیز ہے جو تمام عقائد و احکام کی اساس ہے۔ یہ اساس جب آدمی کا معمول بن جائے تو ہر حکم آسان ہوجاتا ہے اور اس پر عمل شروع ہوجاتا ہے اور آدمی قربِ الٰہی کی منازل طے کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد نصیب فرمائے، آمین!

○

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لیے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کس طرح کام لیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اسے مرنے سے پہلے عملِ صالح کی توفیق دیتا ہے۔(ترمذی)

عملِ صالح کی توفیق زندگی کے کسی مرحلے پر بھی مل سکتی ہے، موت سے پہلے بھی۔ دعوت کا کام کرتے ہوئے کسی سے بھی، کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ہدایت کا دروازہ موت سے پہلے کسی بھی وقت کھل سکتا ہے۔ توفیق الٰہی کے لیے دعا بھی کرنا چاہیے، اپنے لیے بھی۔

موجودہ حالات کے تناظر میں

ماہِ رمضان ہم سے کیا چاہتا ہے؟

ڈاکٹر انیس احمد

رمضان کریم ایک ایسا مبارک اور رحمتوں والا مہینہ ہے جس کا انتظار اور استقبال ایک عام مسلمان ہی نہیں، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جن پر ہمارے والدین قربان ہوں، خصوصی عبادات کے ذریعے فرمایا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ شعبان ہی سے اس ماہ کے لیے کمر کس لیا کرتے تھے لیکن رحمت للعالمینؐ کا اپنی اُمت کی آسانی کے لیے یہ خصوصی اظہارِ محبت تھا کہ، گو خود تمام شعبان روزہ رکھتے لیکن اُمت کو آخری دو ہفتوں کی رخصت دے کر صرف شعبان کے اوّلین حصّے میں روزہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔ اسی بنا پر نصف شعبان کا روزہ افضل ہے اور اوّلین دو ہفتوں میں روزے رکھنا سنت کی پیروی ہے۔

اس مہینے کی اہمیّت اور اس کے انقلابی اثرات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ایک بڑی عظمت والا بڑی برکت والا مہینہ قریب آ گیا ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے اور راتوں میں تراویح پڑھنا نفل (یعنی سنت) ہے۔ اس ماہ میں ایک فرض کا ادا کرنا دوسرے کسی مہینے کے ۷۰ فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ یہ مہینہ مواساۃ، یعنی ہمدردی کرنے والا مہینہ ہے۔

جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ اس ماہ میں روزہ رکھا تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرما دے گا۔ اس کا پہلا عشرہ رحمت کا دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنّم کی

آگ سے نجات کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر باشعور مسلمان مرد، عورت اور بچہ اس ماہ میں خصوصی اہتمام کے ساتھ تلاوتِ قرآن، وقت پر نمازوں کا اہتمام، صدقات و خیرات اور غربا و مساکین کی امداد کرنے میں مسابقت کرتا ہے۔ اس کی برکتیں اَن گنت، اس کے انعامات غیر محدود اور اس کی لذت اپنی مثال آپ ہے۔

اس سال رمضان ایسے حالات میں آرہا ہے کہ اُمت مسلمہ کا ہر فرد مسلم دنیا کے حکمرانوں اور مروجہ استحصالی نظام کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہا ہے اور ایسے بہت سے حکمران جنھیں اپنی کرسی کے مضبوط ہونے کا یقین تھا، پڑوسی ممالک میں اپنی جان بچانے کے لیے پناہ لینے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اس صورت حال میں یہ مہینہ جو مواساۃ کا، رحمت کا، مغفرت کا، عفو و درگزر کا، صبر و استقامت کا مہینہ ہے، جس کا مقصد رحمت کی فضا پیدا کر کے پوری اُمت مسلمہ کو دنیا کی تمام غلامیوں سے نکال کر صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی طرف بلانا ہے، ایک عام مسلمان سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ کیا صرف عبادات کا خلوصِ نیت کے ساتھ کر لینا اور نوافل کا اہتمام کر لینا اُمت مسلمہ کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے کافی ہوگا؟ یا ہمیں غور و فکر کے ساتھ اپنے حالات کا جائزہ اور احتساب کرتے ہوئے دیکھنا ہوگا کہ اس ماہ میں ہماری ترجیحات کیا ہوں؟

تقریباً ۱۵۰۰ سال قبل جب پہلی مرتبہ رمضان کا مہینہ اپنی رحمتوں کے ساتھ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب پر سایہ فگن ہوا تو ابھی ۱۷ دن بھی نہ گزرے تھے کہ اُمت مسلمہ کو ایک ایسی جنگ کا سامنا کرنا پڑا جو اس کے وجود کو ختم کرنے کی خاطر نظامِ کفر و استحصال کی طرف سے اس پر مسلط کی گئی تھی۔ آج جدید جاہلیّت پر مبنی تہذیب اور اس کے سرمایہ دار قائد اُمت مسلمہ کے خلاف اپنی جدید ترین ٹکنالوجی کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ جس طرح اس وقت اصحابِ رسولؐ میں سے کسی کے پاس نیزہ تھا تو تلوار نہ تھی، تلوار تھی تو ڈھال نہ تھی، خَود تھا تو زرہ نہ تھی، اسی طرح آج بھی اُمت مسلمہ جنگی آلات کے لحاظ سے کم تر مقام رکھتی ہے۔ لیکن جس چیز نے قرن اوّل میں اُمت مسلمہ کو فتح مند کیا تھا، وہ اس کی اسلحہ میں برتری نہ تھی، بلکہ اس کا وہ کردار و تقویٰ تھا جس کی تیاری میں اسے ۱۳ سال آزمایشوں کی دہکتی بھٹیوں سے گزرنا پڑا تھا۔ اللہ کے یہ چند بندے اپنے کُند بھالوں کے باوجود ایمان کی غیر محدود قوت، کردار کی عظمت، خلوص کی کثرت اور

رب کریم سے اپنے تعلّق کی فراوانی کی بنا پر اپنے سے تین گنا زیادہ تعداد اور ۱۰ گنا زیادہ مسلح قوت سے نہ صرف ٹکر لینے بلکہ آخر کار اس قوت کو توڑنے اور شکست دینے کی نیت سے نکلے تھے۔ ان کے رب نے ان کو وہ عزم دیا تھا جو غیر متزلزل ہو اور ایسی استقامت دی تھی جو فتح و کامرانی کا پیش خیمہ ہو۔

آج اس پُرآشوب دور میں اس برکتوں والے مہینے کے ذریعے ہمیں اولاً اپنے آپ کو باطل کی تمام محکومیوں سے نکال کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی میں دینا ہوگا۔ یہ بندگی کامیابی کے لیے شرطِ اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنا رہنما بنانا ہوگا کہ بہترین اسوہ اور بہترین قابلِ عمل نمونہ اگر کوئی ہے تو وہ صرف آپؐ کی حیاتِ مبارکہ ہے۔ اس کے ساتھ ہمیں دشمن کی حکمت عملی اور منصوبوں کو بھی سمجھنا ہوگا کہ کس کس راستے سے وہ ہم پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ دشمن کی جنگی حکمت عملی کا اوّلین نکتہ اُمت مسلمہ کو ثقافتی، ابلاغی اور برقی اتصالات (ذرائع ابلاغ) کے ذریعے مغلوب کرنا ہے۔

مغرب کی ثقافتی یلغار کا ایک بڑا ذریعہ جدید اتصالات ہیں، چنانچہ فیس بک (facebook) اور یوٹیوب (youtube) کے ذریعے نوجوانوں کے ذہنوں کو دین سے دُور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس ماہِ مبارک میں قرآن کریم کی دعوت کے ذریعے نوجوانوں میں دینی شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنا سیکھیں، لہو ولعب میں ضائع نہ کریں۔ اسلامی معلومات کو برقی میڈیا سے دل نشیں انداز سے پیش کیا جائے۔ یہ مہینہ جو قرآن کا مہینہ ہے اس میں قرآن کریم کے بہت سے پہلو جدید ٹکنالوجی کے ذریعے عام کیے جاسکتے ہیں، مثلاً سابقہ اقوام کے قصے اور کائنات کے حوالے سے قرآن کریم کے دلائل۔

اُمت مسلمہ کو درپیش مسائل میں سے ایک بنیادی مسئلہ فرقہ بندی نیز علاقائی اور قومی عصبیتوں کا اُبھارا جانا ہے تاکہ اُمت مسلمہ اتحاد سے محروم رہے۔ قرآن کریم نے اُمت مسلمہ کو ایک بنیان مرصوص سے تعبیر کیا تھا، جب کہ مغرب کی لادینی فکری یلغار اسے الگ الگ قومیتوں میں تقسیم دیکھنا چاہتی ہے۔ یہ مہینہ اتفاق واتحاد کا مہینہ ہے۔ اس میں دلوں کے اتحاد کی بنیاد قرآن کریم ہے۔ اس ماہ میں ہر ہر محلے میں حلقہ ہاے مطالعہ قرآن کا قائم کرنا اس لیے بھی ضروری ہے

کہ عصبیت لسانی ہو یا نسلی، ان سب کا علاج صرف اس کلامِ عزیز پر جمع ہو جانا ہے۔

یہ مہینہ زندگی میں اعتدال اور توازن پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ حکم ہے کہ بغیر سحری روزہ نہ رکھا جائے اور نہ سحری اتنی زیادہ ہو کہ دن میں ایک روزہ دار پریشان رہے۔ ایسے ہی افطار میں توازن ہو اور بجاے اپنے اُوپر اسراف کرنے کے اہلِ محلّہ، غریبوں، مسکینوں، قرض داروں، غرض ان تمام افراد پر خرچ کیا جائے جو مسائل کا شکار ہوں۔ لیکن اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا کسی کی مشکل کا دُور کرنا، ہر معاملے میں متوازن رویہ اختیار کرنا ہی رمضان کا پیغام ہے۔

معاشرے سے معاشی ظلم و استحصال اور عدم توازن کو دُور کرنا اور تمام شہریوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے مناسب اقدامات کرنا، ایک اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ اکثر مسلم ممالک میں اس جانب عدم توجہ پائی جاتی ہے۔ اس مبارک مہینے میں ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ مالی استحصالی نظام سے نجات اور اسلامی معیشت کے عادلانہ نظام کے لیے زمین ہموار کرنے کی کوشش کی جائے۔ یونی ورسٹیوں میں طلبہ و طالبات کو ان موضوعات پر اظہارِ خیال کی دعوت دی جائے اور جہاں کہیں بھی ابلاغ عامہ تک رسائی ہو، اسلامی نظامِ معیشت، اسلامی بنکاری اور تکافل کے حوالے سے عوام کو فکری رہنمائی فراہم کی جائے اور اسلامی بنکاری کے حالیہ تجربات کو تعاون واشتراک سے دوسروں تک پہنچایا جائے تاکہ سودی کاروبار سے بتدریج نجات ملے۔

اس مبارک مہینے کا ایک مقصد تزکیۂ نفس ہے کہ انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھنا سیکھے اور اپنی خواہشات کو اللہ کی بندگی کا تابع بنا دے۔ یہ ان تمام ترغیبات کے خلاف ایک مسلسل جہاد ہے جو انسان کو غیرمحسوس طور پر برائی کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ یہ مہینہ ہمیں سادگی اور کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے اور چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا، جن کا شمار کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں، شکر ادا کرنے کے لیے اللہ کی دی ہوئی دولت، وقت اور صلاحیت کو اُس کے دین کے غلبے کے لیے استعمال کیا جائے اور ان تحریکوں کا ساتھ دیا جائے جو دنیا سے طاغوتی نظام کو مٹانے اور اسلامی شریعت نافذ کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس مقصد کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب انسانوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات کے ذریعے ایک فکری انقلاب لایا جائے اور اس فکری انقلاب کے دائرہ کار کو خاندان، معاشرے اور معیشت و تعلیم کے شعبوں تک وسعت دے دی جائے۔ اس مہینے میں

اللہ کے بندوں کے دلوں کی دنیا میں انقلاب لایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت اختیار کی جائے۔ قرآن کریم ہدایت کرتا ہے کہ اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے، ہر حال میں اللہ کے ذکر کو اختیار کرتے ہیں۔ اس ماہِ مبارک میں مسنون دعاؤں کے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے۔

رمضان کریم کی برکات میں سے ایک بڑی برکت اس کا آخری عشرہ ہے۔ اس میں وہ قوت والی طاق رات ہے جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اس کلام کی عظمت وشوکت اس بات کی متقاضی تھی کہ اسے ایک قوت والی رات ہی میں نازل کیا جائے۔ آج قرآن کریم کی یہ قوت ہی وہ محرک ہے جس نے عالمِ اسلام کے نوجوانوں میں رجوع الی القرآن اور رجوع الی اللہ کی لہر دوڑا دی ہے۔ اس عظیم رات میں جو انقلاب تاریخ عالم میں برپا ہوا، اس کے اثرات زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں ہوئے۔ اس رات کے بعد، انسانوں کا تصورِ کائنات، تصورِ انسان، تصورِ الٰہ اور مقصدِ حیات کا تصور، غرض ہر ہر شعبے میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ کل تک جو انسان سیاروں، ستاروں اور چاند سورج کی پرستش کرتا تھا، اب ان سب کے خالق رب العالمین کا بندہ بن گیا۔ کل تک جو انسان جانوروں اور بتوں کے سامنے جھکتا تھا، ان سے ڈرتا تھا، ان سے اپنی مرادیں مانگتا تھا اور بعض اوقات خود کو ربِ اعلیٰ سمجھ بیٹھتا تھا، اب اُس انسان نے اپنی اصل عظمت کو پہچانا اور عبدیت کو انسان کی معراج سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو تمام غلامیوں سے نکال کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حاکمیت کے آگے سرِتسلیم خم کر دیا۔ کل تک اگر زندگی کا مقصد لذت، مال و دولت کی کثرت اور اقتدار کی ہوس تھا، تو اب زندگی کا مقصد صرف حاکمِ حقیقی کی رضا کا حصول اور اس رضا کے حصول کے لیے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا اہتمام قرار پایا۔ اس ایک رات نے زمین و آسمان کا نقشہ بدل دیا اور ایک ایسی اُمت کے وجود کی بنیاد رکھی جسے رب کریم نے انسانوں کی قیادت و امامت کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے، زمین سے ظلم کو مٹانے اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے ایک مقصد اور مشن کے ساتھ تمام انسانوں پر جواب دہ بنا دیا۔

آج اُمت مسلمہ اگر اپنی اصل قوت کا صحیح شعور و آگہی رکھتی تو اس کا سر کسی عالمی قوت کے سامنے نہ جھکتا۔ وہ اپنے قدرتی اور انسانی وسائل کو اپنے عوام کی فلاح کے لیے استعمال کرتی اور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نظامِ حیات کو اللہ کی زمین پر نافذ کر کے زمین و آسمان سے برسنے والے فضل و رحمت کی مستحق بن جاتی۔

آج سب سے زیادہ ضرورت اسی شعور و آگہی کی ہے۔ اگر اُمت مسلمہ اپنی اصل سے آگاہ ہو جائے تو کوئی قوت اسے زیر نہیں کرسکتی۔ یہ اصل اس کی قوتِ ایمانی ہے، یہ اصل اس کا اعتصام باللہ ہے، یہ اصل اس کی قرآن کریم سے رغبت اور سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور پیروی ہے۔ آج اُمت مسلمہ پر باطل قوتوں کی جانب سے یلغار کا سبب یہی ہے کہ اسے اس کی اصل قوت کا خطرہ ہے۔ اس مہینے میں شب و روز اس تعلّق کو بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ ہر مسلمان ایک چلتا پھرتا قرآن اور ایک بہترین داعی بن کر معاشرے کی فلاح و بہبود کے کاموں میں دوسروں سے آگے نکل سکے۔ یہ مہینہ ان تمام بھلائیوں اور نیکیوں میں مسابقت کا مہینہ ہے جو رب کریم کو پسند ہیں اور اسے خوش کرنے والی ہیں۔

یہ مہینہ ظلم و استحصال کے خلاف منظّم جہاد کا مہینہ ہے کہ کفر کی ہر ہر چال کو سمجھ کر دین کی فراست اور حکمت کے ساتھ اس چال کو توڑا اور معروف کے قیام کے لیے مثبت اقدامات کو اختیار کیا جائے۔ یہ ماہ مثبت فکر، مثبت عمل اور مثبت کوشش کا مہینہ ہے۔ اس میں بھلائی کے لیے نکلنے والوں کی نصرت اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے کرتے ہیں۔ اس ماہ میں کی گئی منظّم جدوجہد اہلِ ایمان کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں تبدیل کر دیتی ہے اور بعض اوقات اپنی قلت تعداد کے باوجود وہ اپنے سے ۱۰ گنا زیادہ نفری پر غالب آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ کی برکات سے استفادے کی توفیق دے، ہر عمل خیر میں برکت دے، اور ہر کوشش کو خصوصی نصرت سے نوازے، آمین!

سیّد مودودیؒ پڑھیے .... سیّد مودودیؒ پڑھائیے

رابطہ عوام کے لیے خصوصی پیش کش، خصوصی رعایت کے ساتھ

★ حکومت برائی اور بھلائی کا سرچشمہ	-/10 روپے
★ طاقت کا سرچشمہ	-/10 روپے
★ اسلام کیا ہے	-/10 روپے
★ راہِ خدا میں جہاد	-/12 روپے
★ ہم جس طرف بلاتے ہیں	-/10 روپے
★ سوچنے کی بات	-/10 روپے
★ ہدایات	-/24 روپے
★ کلمہ طیبہ کا پیغام	-/7 روپے
★ حزب اللہ کے لیے مطلوبہ اوصاف	-/7 روپے
★ اسلامی اخلاقیات کے چار مراتب	-/10 روپے
★ نیکی کی دعوت	-/10 روپے

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ کورٹ سٹریٹ لوئر مال، لاہور ہیڈ آفس: منصورہ ملتان روڈ، لاہور پاکستان

Tel: +92-42-37248676-37320961, Fax:+92-42-37214974

E-mails:islamicpak@yahoo.com website: www.islamicpak.com.pk

روزے کی جسمانی ونفسیاتی افادیت

میڈیکل سائنس کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ*

اسلام دین فطرت ہے اور ہر شعبۂ زیست میں راہِ اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ آج مغرب میں بھی خورد ونوش میں زیادتی کو ناپسند کیا جاتا ہے اور اسے صحتِ انسانی کے لیے مضر گردانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب مکرم نبی معظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی:

وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اعراف ۷:۳۱)

اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا: کھاؤ، پیو اور پہنو اور خیرات کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔ (بخاری، کتاب اللباس، باب ۴۵۴۰، پہلی حدیث)

ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں کہ کھانے میں اسراف صحت کے لیے مضر ہے اور بسیار خوری کی وجہ سے جسم موٹا ہو جاتا ہے جس سے بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کو کھانے کی صرف تھوڑی مقدار کی ضرورت ہے، جو انسانی جسم میں اتنی توانائی پیدا کر سکے جتنی توانائی انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے اور جس سے اس کی صحت اچھی رہ سکے اور وہ اپنی روزمرہ کی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ انسانی جسم کو جتنے کھانے کی ضرورت ہے، اس سے زائد جسم میں داخل ہونے والا کھانا چربی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اس کی رفتار

سُست ہوجاتی ہے اور انسان بہت جلد درماندگی اور تکان کا احساس کرنے لگتا ہے، نیز انسانی جسم بہت سے امراض کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھانے میں اسراف سے قرآن وسنت نے جو ممانعت کی ہے، اس کے پیچھے کیا حکمت کارفرما ہے۔(حدیث نبویؐ اور علم النفس، ڈاکٹر محمد عثمانی نجاتی، ص ۵۱)

بسیارخوری سے انسان کو لاحق ہونے والی مضرت تمام طریقہ ہاے علاج میں مسلّم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے ہیں تاکہ گیارہ ماہ کے دوران خوردونوش کی بے احتیاطی کے مضر اثرات کا ازالہ ہوسکے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے روزے رکھنے کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

قرآن کریم نے بیمار اور مسافر کے لیے روزے مؤخر کرنے اور جو روزے نہ رکھ سکیں، ان کے لیے فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۱۸۴) اور تمھارے لیے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

دراصل یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حیاتیاتی علم کو سمجھو تو تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو۔ کیونکہ روزہ اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے۔ روزے کی طبی افادیت کی طرف نہایت مختصر مگر بلیغ اشارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا: صوموا تصحوا (مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۳۴۴، کنزالعمال، رقم الحدیث ۲۳۶۰۵) ''روزے رکھو، تندرست ہوجاؤ گے''۔

حکیم محمد سعید شہیدؒ لکھتے ہیں: ''روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض و آلام کا علاج بھی ہے اور حفظ ماتقدم کی ایک تدبیر بھی۔ روزہ رکھنے والا صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ ان کے لاحق ہونے کے ممکنہ خطرات سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس کا طبی سبب یہ ہے کہ روزے سے

قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے''۔(حکیم محمد سعید، عرفانستان، کراچی ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ص۱۷۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے: لکل شئی زکوٰۃ وزکاۃ الجسد الصوم (المعجم الکبیر، ۲۳۸/۶) ''ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے''۔ اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح زکوٰۃ مال کو پاک کردیتی ہے، اسی طرح روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے اور اس کے ادا کرنے سے جسم تمام بیماریوں سے پاک ہوجاتا ہے، بلکہ کذب، غیبت، حسد اور بُغض جیسی باطنی بیماریوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

حافظ ابن قیم کے مطابق روزے کا شمار روحانی اور طبعی دواؤں میں کیا جاتا ہے۔ اگر روزہ داران چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کا طبعی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا۔(محمد کمال الدین حسین ہمدانی، ڈاکٹر حکیم سید، اسلامی اصولِ صحت، علی گڑھ: حی علی الفلاح سوسائٹی، اشاعت اول ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، ص۴۲)

ڈاکٹر محمد عالم گیر خان سابق پروفیسر آف میڈیسن، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور بھی روزے کو اَن گنت طبی فوائد کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ (محمد عالم گیر خان، ڈاکٹر، اسلام اور طب جدید، ص۱۲)۔ تُرک اسکالر ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق جیسے جیسے طبی علم نے ترقی کی، اس حقیقت کا بہ تدریج علم حاصل ہوا کہ روزہ تو ایک طبی معجزہ ہے۔ (ہلوک نور باقی، ڈاکٹر، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، مترجم: سید محمد فیروز شاہ، ص۱۰۳)

گویا روزہ ہمیں صحت مند رکھنے، ہمارے امراض کو دفع کرنے اور مختلف بیماریوں کے خلاف ہماری قوتِ مدافعت بڑھانے میں انتہائی ممدومعاون ہے۔ آیندہ سطور میں روزے کی طبی افادیت کا تفصیلاً جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

روزہ اور نظامِ انہضام

نظامِ انہضام (digestive system) مختلف اعضا پر مشتمل ہے جن میں ایلیمنٹری کینال (alimentary canal) اور ہاضمے کے غدود (digestive glands) شامل ہیں۔ ایلیمنٹری کینال منہ سے شروع ہوکر مقعد پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ اس میں جوف دہن، ایسوفیگس، معدہ اور

آنتیں شامل ہیں۔ جگر اور لبلبہ ہاضمے کے غدود ہیں جن کی رطوبتیں خوراک میں شامل ہوکر اس کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو پورا نظامِ انہضام اس کو ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔

انسان کو آرام کی بہت ضرورت ہے اور نینداس کا بڑا ذریعہ ہے لیکن سونے کی حالت میں بھی بہت سے جسمانی افعال رواں دواں رہتے ہیں، مثلاً دل، پھیپھڑے، نظامِ ہضم میں معدہ، آنتیں، جگر، بہت سے ہارمون اور رطوبت، گردہ وغیرہ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب نظام ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور خوراک ان کی محرک ہے۔ اگر ہم اپنے روزمرہ معمولات کا بغور مطالعہ کریں تو ظاہر ہوگا کہ جسم کے ان شعبوں کو بہت کم آرام ملتا ہے۔ رات کے کھانے کو ہضم کرتے کرتے صبح کے ناشتے کا وقت ہوجاتا ہے اور جولوگ دیر سے سوتے ہیں وہ رات کے کھانے کے بعد کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے رہتے ہیں (محمد عالم گیر خان، ڈاکٹر، اسلام اور طبِ جدید، ص۱۳)۔ روزے سے معدہ، آنتوں، جگر اور گردوں کو آرام کا موقع ملتا ہے اور سال کے دوران ایک ماہ کا آرام ان کی کارکردگی میں خاطرخواہ بہتری کا موجب بنتا ہے۔ (محمد فاروق کمال، سیرتِ محمدؐ رسول اللہ، ص۵۸۰)

ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے نظامِ انہضام پر روزے کے اثرات کا تفصیل سے مطالعہ کیا ہے، جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے: روزے کا حیران کن اثر خاص طور پر جگر (liver) پر ہوتا ہے، کیونکہ جگر کے کھانا ہضم کرنے کے علاوہ ۱۵ مزید افعال بھی ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح تکان کا شکار ہوجاتا ہے، جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کے لیے پہرے پر کھڑا ہو۔ روزہ کے ذریعے جگر کو چار سے چھے گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے۔ یہ روزے کے بغیر قطعی ناممکن ہے۔ جگر پر روزے کی برکات کا مفید اثر پڑتا ہے، جیسے جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا ہے جو غیرہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے مابین ہوتا ہے۔ اسے یا تو ہر لقمے کو سٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کو ہضم ہوکر تحلیل ہوجانے کے عمل کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ روزے کے ذریعے جگر توانائی بخش کھانے کے سٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہوجاتا ہے اور اپنی توانائی (globulins) پیدا کرنے پر صَرف کرتا ہے، جو جسم کے مدافعاتی نظام

(immune system) کی تقویت کا باعث ہے۔

انسان معدے پر روزے کے انتہائی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزے سے معدے سے خارج ہونے والے (gastric juice) کی پیداوار اور اخراج میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ روزے کے دوران تیزابیت نہیں ہوتی کیونکہ گیسٹرک جوس خارج نہیں ہوتا جس میں موجود ہائیڈروکلورک ایسڈ تیزابیت کا باعث بنتا ہے۔ روزہ آنتوں کو بھی آرام فراہم کرتا ہے۔

حکیم ہمدانی اشتہا پر روزے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''دن بھر کھاتے پیتے رہنے کی صورت میں اشتہاے صادق شاذ و نادر محسوس ہوتی ہے اور بغیر اشتہاے صادق محسوس ہوئے وقتِ مقررہ پر غذا استعمال کر لی جاتی ہے، جس سے سوء ہضم، نفخ، ڈکار، قبض، اسہال، قے وغیرہ جیسے امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن بحالت روزہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اشتہاے صادق بلکہ اشتہاے شدید محسوس ہوتی ہے، اور جب وقت افطار غذا استعمال کی جاتی ہے تو اس کا انہضام و انجذاب جسم میں تیزی سے ہوتا ہے اور ہضم بھی قوی ہوجاتا ہے''۔ (اسلامی اصولِ صحت، ص ۴۳-۴۴)

ایلن کاٹ (Allan Cott) نے ۱۹۷۵ء میں اپنی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا: روزے سے نظامِ ہضم اور مرکزی عصبی نظام کو مکمل طور پر نفسیاتی سکون ملتا ہے اور یہ میٹابولزم کے نظام کو نارمل کر دیتا ہے۔ (*Islamic Medicine*، شاہد اختر، ص ۱۴۸)

روزہ اور نظامِ دورانِ خون

روزے سے نظامِ دورانِ خون (circulatory system) پر مرتب ہونے والے فائدہ مند اثرات کے بارے میں ترکی کے معروف اسکالر ڈاکٹر ہلوک نور باقی رقم طراز ہیں: ''دن میں روزے کے دوران خون کی مقدار میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ یہ اثر دل کو انتہائی فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے۔ زیادہ اہم یہ بات ہے کہ خلیات کے درمیان (intercellular) مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے ٹشوز، یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہوجاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا ڈائسٹالک پریشر ہمیشہ کم سطح پر ہوتا ہے، یعنی اس وقت دل آرام یا ریسٹ کی صورت میں ہوتا ہے۔ مزید برآں دل آج کل ماڈرن زندگی کے مخصوص حالات کی بدولت شدید تناؤ یا hypertension کا شکار ہے۔

رمضان کے ایک ماہ کے روزے بطور خاص ڈائسٹا لک پریشر کو کم کر کے انسان کو بے پناہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ روزے کا سب سے اہم اثر دورانِ خون پر اس پہلو سے ہے کہ اس سے خون کی شریانوں پر اس کے اثر کا جائزہ لیا جائے۔ اس حقیقت کا علم عام ہے کہ خون کی شریانوں کی کمزوری اور فرسودگی کی اہم ترین وجوں میں سے ایک وجہ خون میں باقی ماندہ مادے (remanants) کا پوری طرح تحلیل نہ ہوسکنا ہے، جب کہ دوسری طرف روزے میں بطور خاص افطار کے وقت خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرّے تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزا جم نہیں پاتے۔ اور شریانیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کی انتہائی خطرناک بیماریوں جن میں شریانوں کی دیواروں کی سختی (arteriosclerosis) نمایاں ترین ہے، سے بچنے کی بہترین تدبیر روزہ ہی ہے''۔ (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص۱۰۵-۱۰۶)

حکیم محمد سعید شہیدؒ نے روزے کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''آج جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ روزہ کولیسٹرول کو ضائع کرتا ہے۔ یہ وہی خون کا کولیسٹرول ہے جو دل کی بیماریوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ آج کی دنیا میں اس سائنسی انکشاف کے لحاظ سے روزہ ایک برکت ہے۔ جو بات آج سائنس دانوں کو معلوم ہوئی ہے، اس کا ادراک ذات ختم الرسلؐ کو تھا اور ضرور تھا۔ اسی لیے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو جسم و روح کے لیے باعثِ خیر و برکت قرار دیا۔ (عرفانستان، ص۱۶۹-۱۷۰)

محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونی ورسٹی) کے مطابق جسم میں وقتی طور پر پانی کی کمی بلڈ پریشر کو کم کر کے دل کو آرام کا موقع دیتی ہے اور اس کی طاقت بحال کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ بھوک سے جسم میں چربی کم ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خون میں اور نالیوں میں بھی چربی کی مقدار کم ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ (سیرت محمدؐ رسول اللہ، ص۵۸۰-۵۸۱)

عبداللہ اے، العثمان نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے: ''رمضان کے روزے کولیسٹرول کی سطح میں واضح کمی کا باعث ہیں'' (جنرل آف اسلامک سائنس، جلد۲۸، عدد۱، ص۵)۔ اس محقق نے جو معلومات جمع کی ہیں، ان سے روزے کے دوران جسم کے وزن، پلازما

کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ کے کنٹرول کرنے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ حکیم کمال الدین ہمدانی بھی روزے کو بلڈ پریشر کے لیے مفید قرار دیتے ہیں(اسلامی اصولِ صحت، ص۴۴)۔ ڈاکٹر شاہد اطہر ایم ڈی ایسوسی ایٹ پروفیسر انڈیانا یونی ورسٹی اسکول آف میڈیسن لکھتے ہیں کہ وہ رمضان کے آغاز اور اختتام پر اپنا بلڈ گلوکوز، کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ خود چیک کرتے ہیں تاکہ وہ روزے رکھنے کے بعد فرق معلوم کرسکیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ رمضان کے آخر میں واضح بہتری سامنے آتی ہے۔(*Islamic Medicine*، شاہد اختر، ص۱۵۰)

روزہ اور جسم کے خلیات

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق روزے کا سب سے اہم اثر خلیوں اور ان کے اندرونی مادوں کے درمیان توازن کو قائم پذیر رکھنا ہے۔ چونکہ روزے کے دوران مختلف سیال مقدار میں کم ہوجاتے ہیں، اس لیے خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہوجاتا ہے۔ اس طرح لعاب دار جھلی کی بالائی سطح پر متعلق خلیے جنھیں اپی تھیلیل(epithelial) سیل کہتے ہیں اور جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو بھی روزے کے ذریعے بڑی حد تک آرام وسکون ملتا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ علمِ خلیاتیات کے نقطۂ نظر سے یہ کہا جاتا ہے کہ لعاب بنانے والے (pitutary) غدود، گردن کے غدود تیموسیہ (thyriod) اور لبلبہ (pancreas) کے غدود شدید بے چینی سے ماہِ رمضان کا انتظار کرتے ہیں تاکہ روزے کی برکت سے کچھ ستانے کا موقع حاصل کرسکیں اور مزید کام کرنے کے لیے اپنی توانائیوں کو جلا دے سکیں۔(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص۱۰۶)

روزہ اور خون بننے کا عمل

خون ہڈیوں کے گودے میں بنتا ہے۔ جب کبھی جسم کو خون کی ضرورت پڑتی ہے ایک خودکار نظام ہڈی کے گودے کو حرکت پذیر(stimulate) کردیتا ہے۔ کمزور اور لاغر لوگوں میں یہ گودہ بطور خاص سست حالت میں ہوتا ہے۔ روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں، ہڈیوں کا گودہ حرکت پذیر ہوجاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں لاغر لوگ روزہ رکھ

کر آسانی سے اپنے اندر خون پیدا کر سکتے ہیں۔ چونکہ روزے کے دوران جگر کو ضروری آرام مل جاتا ہے، یہ ہڈی کے گودے کے لیے ضرورت کے مطابق اتنا مواد مہیا کر دیتا ہے جس سے بآسانی اور زیادہ مقدار میں خون پیدا ہو سکے۔ (ایضاً، ص ۱۰۷-۱۰۸)

فارماسسٹ محمد فاروق کمال نے لکھا ہے: ''سائنسی تحقیق کے مطابق روزے کے دوران بھوک کی وجہ سے اور خون میں غذائیت کی کمی کے باعث ہڈیوں کے گودے خون بنانے کا عمل تیز کر دیتے ہیں۔ یوں خون بنانے کے سسٹم کی اوور ہالنگ ہو جاتی ہے''۔ (سیرتِ محمدؐ رسول اللہ، ص ۵۸۱)

روزہ اور نظامِ اخراج

ڈاکٹر محمد عالم گیر خان لکھتے ہیں: سحری و افطار کے وقت پانی عام مقدار سے زیادہ پیا جاتا ہے، جس سے صبح و شام گردوں کی دھلائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ریت کے ذرات گردوں میں اکٹھے ہو جائیں تو وہ بھی پیشاب کی زیادتی کی وجہ سے نکل جاتے ہیں۔ (اسلام اور طب جدید، ص ۱۳)

ہمدرد فاؤنڈیشن کے مؤسس حکیم محمد سعید کے یہ الفاظ بھی لائقِ مطالعہ ہیں: طبی نقطۂ نظر سے روزہ اس لیے ضروری ہے کہ ترکِ غذا سے انسان کے جسم میں جمع شدہ اجزاے زائد اور مواد غیر ضروری خارج ہو جاتے ہیں اور خون اور اعضاے جسم کی ایسی صفائی ہو جاتی ہے کہ وہ نئی توانائیوں کے ساتھ قبولِ غذا اور افعالِ معمولہ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ روزے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اعضاے رئیسہ، یعنی دل و دماغ اور جگر کو آرام مل جاتا ہے اور اس آرام سے ان کی کارکردگی میں بہتری اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ (عرفانستان، ص ۱۷۲)

روزہ اور نظامِ تولید

نظامِ تولید (reproductive system) نسلِ انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخالف جنس میں کشش پیدا کر کے اس کو فطرت سے ہم آہنگ کر دیا ہے لیکن مرد اور عورت کی باہمی کشش کو نکاح کے ضابطے سے مشروط کر دیا۔ جنسی محرک ان فطری محرکات میں سے ہے جو اپنی تکمیل کے لیے انسان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں۔ روزہ جنسی محرک کے دباؤ اور اس

سے پیدا ہونے والی نفسیاتی کش مکش کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزے کی وجہ سے جنسی محرک کمزور پڑ جاتا ہے۔ ایک طرف تو غذا کی قلت کی وجہ سے اور دوسری طرف روزے کے دوران اللہ کی عبادت، ذکر و تسبیح میں مشغول ہونے کی وجہ سے، اس کا ذہن جنسی موضوع پر غور وفکر سے ہٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دی ہے اور جن نوجوانوں میں شادی کی استطاعت نہ ہو، انھیں روزے کی ترغیب دی ہے۔ (حدیث نبویؐ اور علم النفس، ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی، ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو لوگ اخراجاتِ نکاح کی طاقت رکھتے ہوں، وہ نکاح کرلیں، کیونکہ نکاح سے نگاہ اور شرم گاہ دونوں کی حفاظت ہوتی ہے، اور جن میں اخراجاتِ نکاح کا تحمل نہ ہو وہ روزہ رکھیں، کیونکہ روزہ ان کی شہوت پر کنٹرول کرے گا''۔ (بخاری، حدیث ۵۰۶۵، ابوداؤد، حدیث ۲۰۴۶، مسند احمد، حدیث ۱:۴۴۷)

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے جنسی نظام پر کسی قسم کے مضر اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ اس سے جنسی محرک کو کنٹرول کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے لیکن نظامِ تولید میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یونی ورسٹی آف میڈیکل سائنسز تہران میں ڈاکٹر ایف عزیزی اور ان کے رفقا نے روزے کے اثرات کے سائنسی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے تولیدی ہارمون پر کسی قسم کے منفی اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔ (Islamic Medicine، شاہد اختر، ص ۱۴۸-۱۴۹)

روزہ اور نظامِ اعصاب

جسمِ انسانی ایک نہایت پیچیدہ اور متحرک دنیا ہے جس میں کروڑوں ذی حس خلیات اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ہزاروں کمپیوٹر مستعدی سے برسرِ کار ہیں، بہت سی فیکٹریاں چل رہی ہیں۔ لاتعداد اجزائے خوراک، رطوبتیں، لعاب اور ہارمون، جسمانی صحت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ قسم قسم کی شریانیں نہروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حواسِ خمسہ کے لیے برقی تار جسم کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ درحقیقت انسانی جسم خداوند تعالیٰ کا ایک بڑا کرشمہ ہے

اور اس کی ذات اور صفتِ خلاقیت کا بیّن اور لاریب ثبوت ہے۔ ان سب پیچیدہ کارگزاریوں کا کنٹرول ہمارے دماغ کے خلیات میں ہے جن کا اپنا ضبط ونسق ذہنِ انسانی کی ذمہ داری ہے۔ ثابت ہوا کہ ذہن انسانی ہی اصل کلیدِ صحت ہے۔ ذہن بہت سے جذبات سے متاثر ہوتا ہے، مثلاً خوشی، غم، غصہ، نفرت، بے چینی، سکون، مایوسی اور فکر وغیرہ۔ جن لوگوں کی قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے اور ان کو صبر کی عادت ہوتی ہے، وہ ان جذبات کا اثر بہت حد تک ذہن تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ جسم کے خلیات پر ان جذبات کو اثرانداز نہیں ہونے دیتے۔ متلون مزاج اور حد سے زیادہ حساس افراد میں ان جذبات کا اثر بہت سے خلیات کے افعال پر منتقل ہوتا رہتا ہے اور پھر بیش تر امراض کا موجب بن جاتا ہے، مثلاً معدے، چھوٹی و بڑی آنت کے زخم، دمہ، جوڑوں کی سوزش، فالج و دل کے دورے وغیرہ۔ روز بروز اس فہرست میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر بیماری میں ذہنی اثرات مزید پیچیدگیاں پیدا کردیتے ہیں۔ قوتِ ارادی وصبر ان بیماریوں کے بچاؤ میں اور ہر بیماری کے علاج میں جسمانی قوت مدافعت کو استوار کرتے ہیں۔ روزہ ان دونوں خوبیوں کو انسان میں پیدا کرتا ہے اور سال بہ سال ان کی افزایش کرتا ہے۔ (اسلام اور طب جدید، ڈاکٹر محمد عالم گیر خان، ص ۱۲-۱۳)

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق روزے کے دوران ہماری جنسی خواہشات چونکہ علاحدہ ہوجاتی ہیں، اس وجہ سے بھی ہمارے اعصابی نظام پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ روزے سے دماغ میں دورانِ خون کا بے مثل توازن قائم ہوجاتا ہے جو صحت مند اعصابی نظام کی نشان دہی کرتا ہے۔ اندرونی غدود کو جو آرام اور سکون ملتا ہے، وہ پوری طرح سے اعصابی نظام پر اثرانداز ہوتا ہے۔ انسانی تحت الشعور جو رمضان کے دوران عبادت کی بدولت صاف، شفاف اور تسکین پذیر ہوجاتا ہے اعصابی نظام سے ہر قسم کے تناؤ اور اُلجھن کو دُور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص ۱۰۷)

روزہ اور انسانی نفسیات

نفسیاتی طور پر انسان پر روزے کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ سے مستقل و مسلسل لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ سارا وقت اللہ کا تصور انسان کے ذہن میں رہتا ہے جو اسے تنہائی میں

بھی کھانے پینے اور برائی سے مانع ہوتا ہے۔ یہ ہمہ وقت تصورِ الٰہی انسان میں اعتماد اور اُمید پیدا کرتا ہے اور انسان خود کو اکیلا نہیں بلکہ ہمیشہ اللہ رحیم و رحمٰن کی معیت میں محسوس کرتا ہے اور اپنی مشکلات کے لیے پریشان نہیں رہتا بلکہ اللہ پر بھروسا اسے ذہنی سکون مہیا کرتا ہے۔(سیرتِ محمدؐ رسول اللہ، محمد فاروق کمال، ص ۵۸۱)

ایک حدیث مبارکہ میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے: الصوم جنة (مسلم مع نووی، ج ۲، حدیث ۱۲۱۶/۱)۔ ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی کے مطابق ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ خواہشاتِ نفس سے بچاتا ہے۔ روزے دار اپنی خواہشات پر کنٹرول کرتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ جماع کرتا ہے اور اپنے طرزِ زندگی پر بھی کنٹرول کرتا ہے۔ وہ نہ فحش گوئی کرتا ہے، نہ شوروغل مچاتا ہے اور نہ سب وشتم ہی کرتا ہے، نہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو غضب ناک کرے۔ روزوں میں خواہشات اور تاثرات پر قابو پانے کی مشق ہوجاتی ہے اور نفس کے فاسد میلانات اور خواہشات پر غلبہ پانے کے سلسلے میں عزم و ارادے کو قوت پہنچتی ہے۔(حدیث نبویؐ اور علم النفس، ص ۳۴۹)

معروف مصری اسکالر محمد قطب روزے کو شعوری انضباط کی بہترین مثال قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ عملِ انضباط ایک نفسیاتی ورزش ہے جو متعدد پہلوؤں میں جسمانی ورزش سے مشابہت رکھتی ہے۔ دونوں ہی قسم کی ورزشیں ابتداً دشوار محسوس ہوتی ہیں مگر عادت ہوجانے پر ان کی مشقت کم ہوتی چلی جاتی ہے، اور اگر شروع سے عادت ڈال لی جائے تو نہ صرف یہ کہ سہل ہوجاتی ہے بلکہ اس سے پوری پوری قدرت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ اسی لیے اسلام چاہتا ہے کہ بچے کو ابتدائی سالوں ہی سے تربیت دی جائے اور اسے خواہشوں کے ضبط کرنے کی عادت ڈالی جائے۔(اسلام اور جدید مادی افکار، ص ۱۷۵-۱۷۶)

بعض لوگ انتہائی آرام طلب ہوتے ہیں۔ وہ جسم کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے اور بھوک، پیاس اور جنسی خواہشات کی تکمیل لازم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انضباط سے جو تکلیف پہنچتی ہے، انسانی طاقت سے ہرگز ماورا نہیں ہوتی بلکہ انسان اس کو پسند نہیں کرتا۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسانی نفس میں الم ومصیبت برداشت کرنے بلکہ اس سے لطف اندوز ہونے کا مادہ ہے۔ اس لیے انسان

روزے کے دوران بھوک، پیاس، یا ضعف بدن سے ایک خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ روزہ احساسِ گناہ(guilt complex) اوراس سے پیدا ہونے والے قلق واضطراب کا بھی مفید علاج ہے۔ چوں کہ قرآن پاک میں روزے کا بنیادی مقصد ہی تقویٰ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ انسان کو خوف اورحزن سے پیدا ہونے والے نفسیاتی عوارض سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ روزے رکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے بارے میں خوف کے بجاے اُمید پیدا ہوجاتی ہے، جس سے ایک مسلمان کوقلبی سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق روزہ گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''جس شخص نے رمضان کے روزے حالتِ ایمان میں خالص اللہ کی رضاجوئی کے لیے رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں''۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا و نیۃ، حدیث ۱۹۰۱)

روزہ اور تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری

عصرِ حاضر میں کچھ لوگ بالکل تندرست ہونے کے باوجود روزے نہیں رکھتے، حالانکہ تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری پر روزے کے کسی قسم کے منفی اثرات کسی طبی مطالعے میں سامنے نہیں آئے، البتہ مثبت اثرات کا پتا چلا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد اسلم لکھتے ہیں کہ تندرست افراد میں روزے کے دوران جسم کی اندرونی توازن رکھنے والی کارگزاری پر کوئی قابلِ ذکر اثر نہیں پڑتا اور پیشاب کے نمکیات، تیزاب اور القلی کا میزان اور نائٹروجن کا اخراج معمول کی حدود میں رہتا ہے۔ روزے کے دوران ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے خون میں یوریا اور یورک تیزاب کی مقدار میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ تبدیلیاں گوشت خوروں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ اگر رمضان المبارک میں افطار کے وقت زیادہ شکر، روٹیاں، چاول وغیرہ کھایا جائے تو اس کا اثر مختلف ہوگا، یعنی خون میں شکر کم ہوسکتی ہے، لیکن اگر غذا معمول کے مطابق رکھی جائے اور سحری اچھی طرح کی جائے تو خون میں تفریطِ شکر کا کوئی امکان نہیں۔ (صحت سب کے لیے، ڈاکٹر سید اسلم، ص ۴۲۵-۴۲۶)

گذشتہ زمانے میں لوگ بہت زیادہ جسمانی مشقت کرتے تھے لیکن موجودہ دور کے انسان میں اس صفت میں کمی آگئی ہے، جس کے باعث موٹاپے نے متمول افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

ہے۔ چکنائی اور نشاستہ دار غذاؤں کا بے ہنگم استعمال عام ہوگیا ہے جو بغیر جسمانی مشقت کے غیراستعمال شدہ حالت میں جسم میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور وزن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جو افراد مختلف جدید طریقوں سے وزن کم بھی کر لیتے ہیں، وہ جب نارمل زندگی گزارنے لگتے ہیں تو وزن پھر بڑھ جاتا ہے۔ دراصل انسانی دماغ کے ہائپوتھیلمس (hypothalamas) میں ایک سنٹر ہوتا ہے جسے لپوسٹیٹ (lipostat) کہتے ہیں۔ یہ انسان کی جسامت کو کنٹرول کرتا ہے۔ جب بھی خوراک کی انتہائی کمی سے وزن تیزی سے کم کیا جاتا ہے تو یہ سنٹر اس تبدیلی کو قبول نہیں کرتا اور جسم کے وزن کو دوبارہ معمول کی خوراک لینے سے پہلے والی سطح پر واپس لے آتا ہے(*Islamic Medicine*، شاہد اختر، ص ۱۴۹)۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ موٹاپا دُور کرنے کے لیے وزن آہستہ آہستہ کم کیا جائے تاکہ لپوسٹیٹ اسے قبول کرلے اور ایسا ماہِ رمضان کے دوران ایک ماہ کے روزے رکھنے سے بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۹۴ء میں Health and Ramadan کے عنوان سے پہلی انٹرنیشنل کانگریس کیسابلانکا میں منعقد ہوئی جس میں اس موضوع پر ۵۰ تحقیقی مقالات پیش کیے گئے۔ (ملاحظہ کیجیے: www.islam.usa.com)

روزہ اور بیماری

قرآن پاک میں بیمار اور مسافر کو روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جو روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ رکھتا ہو، خواہ بڑھاپے کے باعث یا مستقل بیماری کی وجہ سے، اسے فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط (البقرہ ۲:۱۸۴) پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کرسکیں، وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔

قرآن مجید نے قیامت تک آنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے یا پھر ایسے راہنما اصول وضع کردیے ہیں جن کے ذریعے تمام اَدوار کے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔ روزے

سے متعلق بھی احکامِ خداوندی میں بتایا گیا کہ روزہ رکھو، یہ تمھاری بہت سی جسمانی ونفسیاتی بیماریوں کا علاج ہے یا ان امراض کے خلاف جسمانی قوتِ مدافعت بڑھاتا ہے۔ پھر یہ حکم دیا کہ جنھیں عارضی مسئلہ درپیش ہے، جیسے اگر سفر پر جانا ہے یا پھر کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے تو اس عارضی رکاوٹ کے ختم ہونے کے بعد روزے پورے کرلو۔ یہی حکم خواتین کے مخصوص ایام کے متعلق بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص انتہائی بڑھاپے اور کمزوری کے باعث یا پھر کسی ایسی بیماری کے باعث جو بخار وغیرہ کی طرح وقتی نہیں ہے بلکہ مستقلاً انسان کو لگ گئی ہے اور روزہ رکھنے سے اس میں شدت کا اندیشہ ہے تو ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دینا ہوگا۔

موجودہ دور میں سائنس نے بہت ترقی کرلی ہے۔ طبی تحقیقات کے باعث ہر قسم کی بیماری کو کم یا زیادہ کرنے والے عوامل سامنے آچکے ہیں۔ اس لیے مختلف بیماریوں میں مبتلا افراد کو ماہرین طب کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر سید اسلم اور ڈاکٹر شاہد اطہر نے مختلف بیماریوں کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں تفصیلاً بتایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱- ذیابیطس کے مریض جو انسولین استعمال کرتے ہیں، انھیں روزے نہیں رکھنے چاہییں کیونکہ ان کی ذیابیطس کو قابو میں رکھنا مشکل ہوجائے گا۔ اس کے برعکس انسولین نہ لینے والے مریضوں کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ایسے مریض جو صرف خوراک سے ذیابیطس کو کنٹرول کررہے ہیں، وہ روزہ رکھ سکتے ہیں۔ ان کے مرض پر روزہ اچھے اثرات مرتب کرتا ہے۔

۲- دمے کے مریض جن کا مرض معمولی ہے، وہ تکلیف کی صورت میں بغیر روزہ توڑے سانس کے ساتھ والی ادویہ (inhaler) استعمال کرسکتے ہیں یا دیرپا اثر والی دوائیں افطار کے بعد اور سحری سے قبل لے سکتے ہیں۔

۳- بلند فشارِ خون (high blood pressure) اور دل کے ایسے مریض، جو خون پتلا کرنے والی ادویہ استعمال کرتے ہیں، ان کے لیے طویل الاثر دوا کفایت کرسکتی ہے اور وہ روزہ رکھ سکتے ہیں، کیونکہ روزے سے وزن میں کمی واقع ہوگی اور بلڈ پریشر بھی کم رہے گا۔ تاہم ان مریضوں کو ڈاکٹر کے مشورے سے روزہ رکھنا چاہیے۔ لیکن شدید ہائپر ٹینشن اور امراضِ قلب میں مبتلا مریضوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۴- جن لوگوں کے گردوں کے فعل میں کمی آ گئی ہے، ان میں روزہ رکھنے سے پانی کی کمی ہوسکتی ہے۔ جن مریضوں کے گردے خراب ہوچکے ہیں اوران کے خون کی ڈایلیسس (dialysis) ہوتی رہتی ہے، ان میں دو ڈایالیسس کے درمیانی وقفہ میں پوٹاشیم میں اضافہ اوروزن میں زیادتی ہوسکتی ہے، جسم کے تیزاب میں بھی اضافے کا امکان ہے۔ اگر یہ لوگ رات کو زیادہ کھالیں گے تو وزن بڑھ کر نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ ان افراد کو روزے نہیں رکھنے چاہییں۔ جن کا گردہ تبدیل ہو چکا ہے اور اس کا فعل درست ہے، ان کو روزے سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا لیکن انھیں اپنے معالج سے مشورہ کرلینا چاہیے۔

۵- مرگی کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

۶- دردگردہ اور معدے کے السر میں مبتلا افراد کے لیے روزے رکھنا مناسب نہیں، کیونکہ پانی کی کمی کے باعث گردے میں درد ہونے کا احتمال ہے۔ اسی طرح السر کے مریض بھی خالی معدے کی حالت میں زیادہ تکلیف سے دوچار ہوسکتے ہیں۔

۷- بوڑھے افراد جو دماغ کی رگوں کے مرض میں مبتلا ہیں، ان میں روزے سے اشیا کو شناخت کرنے کی صلاحیت گھٹ سکتی ہے۔

۸- حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں روزے نہ رکھیں کیونکہ حاملہ خواتین میں خون کی گلوکوز اور انسولین میں کمی ہوجاتی ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کے جسم میں پانی کی کمی ہوسکتی ہے۔ نمک اور یورک ایسڈ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ ماں کے دودھ کی لیکٹوز (شکر)، سوڈیم اور پوٹاشیم میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اس لیے بچے کی صحت قائم رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھا جائے۔ (بہ شکریہ معارف، اعظم گڑھ، بھارت، اگست ۲۰۱۰ء)

★ مضمون نگار جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونی ورسٹی) نیو دہلی سے وابستہ ہیں۔

اس رمضان میں منشورات کی نئی کتب

042 35434909

روزوں کے خزانے اور ان کی کنجیاں

قیمت: ۵روپے

ڈاکٹرابوزید العجمی

- ہرطرف خزانے ہی خزانے لیکن کتنے ہی لوگ محروم رہتے ہیں
- خزانوں تک پہنچنے کے لیے مصنف نے ۶ کنجیاں بتائی ہیں، ان کو لیں اور خزانے حاصل کریں،

خزانوں کے منہ مگر رمضان کے بعد بھی کھلے ہی رہتے ہیں ● یہ ہیرے اور موتی دُنیا اور آخرت دونوں جگہ کام آتے ہیں

استقبال رمضان

قیمت: ۵روپے

ڈاکٹرسمیر یونس

۱۱ ماہ گزار کر رمضان نے پھر ہمارے دلوں پر دستک دی ہے

آیئے! اس کا استقبال کریں ـــــــــ کیسے؟

ڈاکٹرسمیر یونس شایان شان استقبال کے لیے ۷ نکاتی لائحہ عمل پیش کرتے ہیں

رمضان ـــــ اللہ کا مہمان

قیمت: ۹روپے

قانتہ رابعہ

رمضان کے مفہوم　　رمضان کے آداب　　رمضان کی برکات

رمضان اور قرآن　　رمضان کے معمولات　　رمضان اور نماز

رمضان اپنی اصلاح آپ کا بہترین موقع ـــــ ایک جامع تحریر

میں، وہ اور رمضان

ڈاکٹرمحمد عیسیٰ　　ایمان مغازی　　قیمت: ۹روپے

شوہر اور بیوی کا مکالمہ ـــــ دونوں اپنے اپنے نقطہ نظر سے رمضان کے ثمرات کا بیان کرتے ہیں'

کس طرح اللہ نے دونوں کی ضرورت اور نفسیات کا خیال رکھا ہے ـــــ ایک منفرد تحریر

رمضان کی برکتیں گھروں میں کیسے لائیں

قیمت: ۹روپے

ڈاکٹرسمیر یونس

ہرگھر میں یہ پریشانی ہے کہ ـــــــــ

- برکت ختم ہوگئی ہے
- رزق میں تنگی ہے
- مالی پریشانی ہے
- خاندانوں میں ناچاقی ہے
- نئی نسل غلط راستوں پر ہے

۱۳ نکاتی جامع لائحہ عمل ◄ رمضان میں عمل کریں اور برکتیں سمیٹیں!

یہ ہی سب مسائل کا حل ہے

رمضان کو غنیمت جانیے !

خباب مروان الحمد/ ترجمہ: محمد سفیر الاسلام

اس ماہِ مبارک کی آمد کا احساس کتنا خوب صورت ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس ماہ کا آغاز ملّت اسلامیہ کے لیے نیکی اور خیر و برکت کا آغاز ہے۔ سلف صالحین اس مہینے کے آنے پر خوشیاں مناتے تھے، وہ خود کو اس کے استقبال اور اس کی برکات سے بھرپور انداز میں استفادے کے لیے تیار کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ہم ماہ (رمضان) کو جو تمام خیر کا منبع ہے، خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس کے دن میں روزہ رکھتے ہیں اور اس کی رات کو قیام کرتے ہیں۔ اس مہینے میں رات دن اللہ کی راہ میں انفاق کرتے ہیں۔ معلّٰی بن فضل سلف صالحین کے حوالے سے رمضان کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ سلف چھے مہینے تک اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ وہ رمضان کا مہینہ پالیں، اور اگلے چھے ماہ وہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما لے۔ ذرا سوچیے وہ کیا لوگ تھے جو اس ماہِ مبارک کو پانے اور اُس کی قبولیت کے لیے چھے چھے ماہ تک اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس سے اندازہ لگائیے یہ ماہ کتنی بڑی غنیمت ہے۔

سلف صالحین کی روش تو یہ تھی، جب کہ ہمارے زمانے میں لوگ رمضان کے قیمتی لمحات کو لغویات کی نذر کر دیتے ہیں۔ بعض کھانے پینے میں، بعض نیند اور سونے میں اور بعض ٹیلی ویژن پر مختلف پروگراموں سے دل بہلا کر اس ماہ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ درحقیقت جو لوگ اس ماہ کے فضائل کی حقیقت سے آگاہ نہیں وہ ان دنوں کے فوائد اور راتوں کے منافع کو نہیں جانتے۔ دوسری طرف ایک وہ بندۂ مومن ہے جو عملِ صالح کے لیے جدوجہد کرتا ہے، آگے بڑھنے کا متمنی ہوتا ہے۔ وہ رمضان کا استقبال بھی اسی طرح نیکیوں میں آگے بڑھنے اور منکرات سے بچنے سے کرتا ہے۔

وہ غنیمت کے ان لمحات کو خیر و بھلائی سمیٹنے اور رب العالمین کا قرب حاصل کرنے کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دردناک عذاب سے بھی خوف زدہ ہوتا ہے۔ جو نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والا ہے، وہ یہ بات یقینی طور پر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود نیکی کی راہ میں سبقت پر اُبھارا ہے۔ گویا وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوششیں کریں۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرہ ۲:۱۴۸) ''پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو''۔

ہم رمضان المبارک کے ان بابرکت لمحات میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادایگی کس طرح کر سکتے ہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طرح سمیٹ سکتے ہیں، اس ضمن میں چند عملی پہلو درج ذیل ہیں:

● **عمل کے لیے تحریک**: رمضان آپ کو حرکت و تحریک دیتا ہے، زندگی گزارنے کا سامان دیتا ہے، مسلسل عمل کی طاقت سے ہم کنار کرتا ہے۔ آپ اس ماہ میں اللہ کے حضور قیام و نماز اور نمازِ تراویح ادا کرتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں۔ اصحابِ رسولؐ نے اس مہینے میں اعلاے کلمۃ اللہ کی غرض سے جہاد کرتے تھے اور مسلمانوں کو فتح کی نوید سناتے تھے۔ بھوک، پیاس اور روزہ کبھی ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ پس رمضان تمام مسلمانوں کے لیے عظیم نعمت ہے جس میں وہ اپنی طاقت و قوت کو مسلمانوں کی نصرت اور اسلام کی سربلندی کے لیے صَرف کر سکتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ اس بات کا پیغام ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اس مہلت سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔ اس طرح آپ کو روحانی سکون میسر آئے گا۔ آپ کے اعمال بہتر ہوں گے۔ سُستی اور کاہلی اور ٹال مٹول کا رویہ ختم ہو جائے گا۔ یہ رویے انسان کو غم اور پریشانی سے دوچار کر دیتے ہیں۔

● **تنظیمِ وقت**: رمضان کا مہینہ شعائر اسلامی کی ادایگی کے ذریعے ہمیں تنظیم وقت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ روزہ رکھنے اور افطار کا وقت معین ہے۔ اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہی کافی ہے: ''جب بلالؓ اذان دیں تو ہاتھ نہ روکو اور جب ابن اُم مکتومؓ اذان دیں تو ہاتھ روک لو'' (بخاری، مسلم)۔ حضرت بلالؓ اور حضرت ابن اُم مکتومؓ کی اذان میں فرق سے مراد یہ ہے کہ حضرت بلالؓ جلد اذان دیتے تھے، جب کہ حضرت ابن اُم مکتومؓ دیر سے اذان دیتے تھے۔ اس ماہ میں انسان کو اپنے وقت کی صحیح تنظیم و تقسیم کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح وہ صحیح عمل

کے لیے قدم اُٹھاتا ہے، آگے بڑھتا ہے اور کامیابی سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

● **دعوتِ دین:** اس مہینے میں نیکی و بھلائی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دل نیکی کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ اس لیے دعوت کا بہت آسان موقع ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے عزیز و اقارب اور ہمسائیوں تک دعوتِ دین پہنچانے کا خصوصی اہتمام کریں۔ داعیانِ حق کو چاہیے کہ وہ اس ماہ میں دعوت کی توسیع و اشاعت کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔

● **تکافل اجتماعی:** رمضان کا مہینہ ایسی سنہری اور انمول گھڑیاں لے کر آتا ہے جن میں والدین کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک، بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور صلۂ رحمی اور اُمت کے حقوق کی ادایگی کے لیے فکرمند ہونے، نیز محتاجوں، معذوروں، فقرا اور مساکین کی خدمت کرنے اور ان کے حقوق کی ادایگی کا بہترین موقع ہوتا ہے۔ اسی طرح خیراتی اداروں کے ساتھ تعاون کرنا، اور ان لوگوں کی مدد کرنا ہے جو سفید پوش ہیں اور لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے، بڑی نیکی ہے۔ اس ماہِ مبارک میں اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی جائے اور اس کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے۔ ان لوگوں کا احساس کیا جائے جو ضعیف اور کمزور ہیں۔ اس کے علاوہ جتنی توفیق و استطاعت اللہ تعالیٰ نے دی ہو، راہِ خدا میں خرچ کیجیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ بہترین اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اس کے نتیجے میں معاشرہ بھی آسودہ ہوگا اور پریشان حال لوگوں کے مصائب بھی کم ہوں گے۔

● **تزکیہ و تربیت:** اس ماہِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کثرت سے جہنّم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ اللہ ہمیں بھی اس سے بچائے۔ یہ عاصیوں، گناہ گاروں اور خطاکاروں کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ان بُرے اعمال سے معافی کے خواست گار ہوں اور نئی زندگی کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ سے توبۃ النصوح کی توفیق مانگیں اور سچّی توبہ کریں۔ گناہوں، معصیت اور نافرمانیوں سے خلاصی حاصل کریں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے سب سے بڑے اور کھلے دشمن کو اللہ تعالیٰ نے جکڑ رکھا ہے۔ پس اپنے دلوں کو نیکی اور عبادت کی طرف راغب و متوجہ کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ کئی ایسے سعادت مند ہیں جو اس موقع پر اپنے گناہوں اور معصیت سے توبہ کا اعلان کرتے ہیں۔ تربیت کرنے والوں کے لیے بھی یہ غنیمت ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک میں ان نفوس کی تربیت کے لیے اپنی پوری قوت

لگادیں جو خدا کی اطاعت و بندگی اور تقویٰ کی زندگی اپنانے کے لیے تیار ہیں۔ ان لوگوں کی تربیت اور ان کے ایمان کی تقویت کے لیے ضروری ہے کہ مختلف النوع تربیتی پروگرام ترتیب دیے جائیں۔

● **اثر انگیزی:** یہ ماہِ مبارک اہلِ ایمان کے دلوں میں اثر کرتا ہے۔ عمل کا وہ پودا اُگا دیتا ہے جو انھیں اللہ کی رضا حاصل کرنے والے اعمال پر آمادہ کرتا ہے۔ اس میں مجاہدۂ نفس کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اس نے میری خاطر اپنا کھانا پینا اور شہوت کو چھوڑے رکھا'' (متفق علیہ)۔ اس میں ایک رات ہے جس میں گردنیں آزاد کی جاتی ہیں۔ یہ اس کے روزے رکھنے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ اثر انگیزی بڑی اہمیّت کی حامل ہے جو روزے اور قیامِ لیل میں تسلسل پیدا کرتی ہے۔ اسی کے نتیجے میں وہ بشارت دی گئی ہے: ''جس کسی نے ایمان اور احتساب سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے'' (متفق علیہ)۔ پس اس سے بڑھ کر اجر و اثر پذیری اور کیا ہوگی!

● **مساجد کے ساتھ تعلّق:** اس ماہِ عظیم میں نفس کو مساجد کے ساتھ تعلّق پر آمادہ کرنا چاہیے، تاکہ آپ ان سات لوگوں میں سے ہو جائیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایے میں اس دن جگہ دے گا جس دن اس کے سایے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ آخری عشرے میں خلوت میں رب العالمین سے تعلّق جوڑنے کے لیے مساجد میں اعتکاف کیا جائے۔ اس سے ہدایت کا سوال کیا جائے۔ ان اوقات میں اس سے اس طرح سے مناجات کی جائیں کہ وہ ہمارے لیے معاملات کو ایسے کھول دے جیسے عارفین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، یا ان کے لیے معاملات کھول دیے جاتے ہیں۔ اسے جہنّم کی آگ سے بچائے اور اسے جنت نعیم میں داخل فرمادے۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کیجیے۔ روزہ دار عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد مغرب کی نماز کا انتظار کرنے لگتا ہے اور وہ رباط (اللہ کی راہ میں پہرہ) کا اجر حاصل کرلیتا ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ یہ اجر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں ہے۔ مسجد میں قیام کے دوران وہ قراءت قرآن، دعا، ذکر اللہ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اجر کا مستحق ٹھیرتا ہے۔

● **استغفار سحری:** رمضان المبارک استغفار کے لیے بیش قیمت لمحات پر مبنی ہے جس سے اکثر مسلمان غافل ہیں۔ خاص طور پر سحری کے وقت کی عبادت اور استغفار اس حوالے سے

بہت اہم ہوتا ہے۔ یہ وقت رب کے حضور التجاؤں کے لیے بہت غنیمت ہے کیونکہ اس وقت رب العالمین ساتویں آسمان پر آیا ہوتا ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ فرصت کے ان لمحات کو غنیمت جانے اور اس وقت میں زیادہ سے زیادہ اجر کے غنائم سمیٹے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں مومنین کی صفات کا ذکر فرمایا ہے: وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (اٰل عمرٰن ۳:۱۷) ''بخشش مانگنے والے پچھلی رات میں''۔ ایک اور مقام پر فرمایا: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الذاریات ۵۱:۱۸) ''وقتِ صبح وہ استغفار کرتے تھے''۔

● **قرآن سے خصوصی شغف**: رمضان اس حوالے سے بھی غنیمت ہے کہ اس میں حفظ قرآن کیا جائے، کیونکہ اس میں دن رات اس کی دہرائی کی جاسکتی ہے، اور راتوں میں قیام کے دوران اسے پڑھا جاسکتا ہے۔ اس ماہ میں قرآن میں تدبر و غور و فکر اور اِس کے فہم کے لیے بھی کوشش کی جانی چاہیے۔ ہمارے سلف صالحین کا قرآن سے تعلّق قابلِ رشک حد تک بڑھا ہوا ہوتا تھا۔

● **عمرہ حج کے برابر**: اس مہینے کے محاسن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس مہینے میں جو لوگ عمرے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ان کو حج کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین میں روایت ہے: ''رمضان کے مہینے میں عمرہ حج کے برابر ہے''۔ یہ کیسی خوش نصیبی اور سعادت ہے کہ ایک عمرہ کرنے والے کو حج کے برابر ثواب مل جائے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ عمرے کی ادایگی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔

● **دلوں کی صفائی**: اس مہینے میں بھائی چارے، ناراضی و اختلاف ختم کر کے صلہ رحمی کرنے کا بہترین موقع ملتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے شیطان کی پناہ مانگنا چاہیے۔ قلب کو سلیم و فرماں بردار بنانا چاہیے۔ ایسا دل مانگنا چاہیے جس میں خیانت، بُغض اور حسد جیسی بیماریاں نہ پائی جاتی ہوں۔ اسی طرح عزیز و اقارب سے تعلقات شریعت کی منشا کے مطابق ہونے چاہییں، اور ان حقوق کی ادایگی کا اہتمام کیا جانا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔ ان میں سے خاص طور پر وہ حقوق جو ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے لیے ادا کرنے لازم ہیں۔ اس مہینے میں لوگوں کی دل آزاری سے بھی بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس پر بڑا اجر ہے۔

● **صبر**: اس مہینے میں ایک شخص کو ایسی تربیت سے گزرنا پڑتا ہے کہ خاص طور پر صبر کا

مفہوم اس پر بخوبی اُجاگر ہو جاتا ہے۔ رمضان کے روزے کے دوران اللہ کی اطاعت پر صبر، ان تمام اقوال و گفتگوؤں اور معاصی پر صبر جن سے اللہ کی رضا سے انسان دُور ہو جاتا ہے، اور مکمل طور پر اللہ کی قضا و قدر پر صبر جو اس نے روزے فرض کرنے کی صورت میں اپنے بندے پر عائد کی ہے۔

حضرت احنف بن قیسؒ سے جب کہا گیا: آپ بزرگ آدمی ہیں اور روزے آپ کو کمزور کر دیں گے تو انھوں نے جواب دیا: ''میں نے زندگی کا طویل سفر طے کر لیا ہے، اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا بہتر ہے نہ کہ اس کے عذاب پر۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: جب تم روزہ رکھو تو چاہیے کہ تمھاری سماعت کا بھی روزہ ہو، تمھاری آنکھوں کا بھی روزہ ہو، تمھاری زبان جھوٹ سے بچے، پڑوسی کو اذیت نہ دو۔ روزے کے دن تم پر وقار اور سکینت طاری ہونا چاہیے۔ تمھارا روزہ اور بے روزہ کا دن ایک جیسا نہیں ہونا چاہیے۔

● **تربیت اولاد:** ماں اور باپ دونوں مربی ہوتے ہیں۔ وہ اس ماہ میں چاہیں تو بچوں کے دلوں میں فضائل کے بیج بو سکتے ہیں اور انھیں رذائل سے دُور کر سکتے ہیں۔ ان کے دلوں میں رمضان، قیامِ لیل اور قرآن کی محبت کا جادو جگا سکتے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ذوق و شوق کے لیے مختلف انداز اپنائے جا سکتے ہیں۔ اس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ عصر کی نماز کے بعد گھر کے تمام افراد ایک جگہ بیٹھ جائیں اور درسِ قرآن یا لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔ اس میں جہاں ضرورت ہو تشریح و وضاحت کی جائے۔ اسی طرح اذان کے وقت سب گھر والے ہاتھ اُٹھا کر اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کریں جو آسمان کے کھلے عرش تک پہنچ جائے۔

● **دعا:** جب بندۂ مومن اللہ رب العالمین کو اپنی مناجات کے ذریعے یاد کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس کے دل کو اطمینان اور سکون کی جو کیفیت حاصل ہوتی ہے، اس سے افضل وقت اس کی زندگی میں کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً اس ماہِ مبارک میں جس کا ذکر آیاتِ ربانی میں آیا ہے کہ اس میں دعا رد نہیں ہوتی۔ وہ ضرور بارگاہِ الٰہی میں پہنچتی اور قبول ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے لیے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بندوں کے رب کو پکارے اور دعا کرے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ساتھ دیگر مسلمانوں کے دکھ درد اور تکالیف بھی دُور فرما دے۔

● **غذا کی تنظیم اور وزن میں کمی:** رمضان ان لوگوں کے لیے جو غذا کو کسی

ترتیب یا تنظیم سے کھانا چاہتے ہیں بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ کم کھانا جسم کے لیے بہت مفید ہے۔ اگر اس میں اعتدال اور توازن نہ ہو تو نفس کے لیے مضر ثابت ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ روح و بدن دونوں پر اس کی خرابی کا اثر پڑتا ہے۔ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی: ''بیٹا جب معدہ بھر جاتا ہے تو سوچ اور فکر سو جاتی ہے، حکمت جاتی رہتی ہے، اعضا عبادت نہیں کر پاتے''۔ پس روزہ دار اگر رب کی زیادہ عبادت کرنا چاہتا ہے اور خاص طور پر اس مہینے میں، تو اسے چاہیے وہ کم کھائے۔

● **اے خیر کے طلب گار!** فرصت کے ان لمحات کو غنیمت جانیے! کوئی دوسرا مہینہ مسلمانوں کے دلوں میں ایسا مقام نہیں رکھتا اور ایسا افضل نہیں جیسا کہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اس میں جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور جہنّم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ پس چاہیے کہ ان لمحات کو زیادہ سے زیادہ اللہ کی اطاعت میں گزارا جائے اور افراط و تفریط سے بچا جائے جو خسارے کا باعث ہوگا۔ اس مہینے میں عبادات کے تمام رنگ پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور روحانیت کی کئی صورتیں اس میں موجود ہیں۔ پس اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ، اور اے شر کے طلب گار! رُک جا۔ واللہ المستعان۔

شب قدر کی تلاش

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس سے مراد لَیْلَةُ الْقَدْر ہے، یعنی وہ رات جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ (القدر ۹۷:۱-۳) ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید کا نزول انسانیت کے لیے عظیم الشان خیر کی حیثیت رکھتا ہے اور انسان کے لیے اس سے بڑی کوئی خیر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے فرمایا گیا کہ وہ رات جس میں یہ قرآن مجید نازل ہوا ہے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ دوسرے لفظوں میں پوری انسانی تاریخ میں کبھی ہزار مہینوں میں بھی انسانیت کی بھلائی کے لیے وہ کام نہیں ہوا ہے، جو اس ایک رات میں ہوا ہے۔ ہزار مہینوں کے لفظ کو گنے ہوئے ہزار نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اس سے بہت بڑی کثرت مراد ہے۔ چنانچہ اس رات میں، جو اپنی بھلائی کے لحاظ سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس سے لو لگائی، اس نے بہت بڑی بھلائی حاصل کر لی۔ کیونکہ اس رات میں بندے کا اللہ کی طرف رجوع کرنا یہی معنی تو رکھتا ہے کہ اسے اس رات کی اہمیّت کا پورا پورا احساس ہے، اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر یہ کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اپنا کلام نازل فرمایا۔ اس لیے جس آدمی نے اس رات میں عبادت کا اہتمام کیا، گویا

اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کے دل میں قرآن مجید کی صحیح قدر و قیمت کا احساس موجود ہے۔(کتاب الصوم، ص۴۳-۴۴)

● **لیلۃ القدر کی تلاش میں حکمت:** اس مقام پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ لیلۃ القدر کے متعلق یہ وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ کون سی رات ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا ہے وہ بس یہ ہے کہ وہ رات رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ یعنی وہ رات اکیسویں ہوسکتی ہے بائیسویں نہیں، تیسویں ہوسکتی ہے، چوبیسویں نہیں، وعلیٰ ہذا القیاس، وہ آخری عشرے کی طاق رات ہے۔ یہ فرمانے کے بعد اس بات کو بغیر تعین کے چھوڑ دیا گیا کہ وہ کون سی رات ہے۔ عام طور پر لوگ ستائیسویں رمضان کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ لیلۃ القدر ہے لیکن یہ بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ رمضان کی ستائیسویں شب ہی لیلۃ القدر ہے۔ البتہ جو بات تعین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے وہ فقط یہ ہے کہ وہ آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے۔

لیلۃ القدر کا قطعی طور پر تعین نہ کرنے میں یہ حکمت کارفرما نظر آتی ہے کہ آدمی ہر طاق رات میں اس اُمید پر اللہ کے حضور کھڑا ہوکر عبادت کرے کہ شاید یہی لیلۃ القدر ہو۔ لیلۃ القدر اگر اس نے پالی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جس چیز کا طالب تھا وہ اسے مل گئی۔ اس کے بعد اس نے جو چند مزید راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں تو وہ اس کی نیکی میں مزید اضافے کی موجب بنیں گی....

اس مقام پر ایک اور بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ چونکہ ساری دنیا میں رمضان کی تاریخیں ایک نہیں ہوتیں اور ان میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے، اس لیے یہ بات یقین سے کہنا مشکل ہے کہ کس آدمی کو واقعی وہ اصل رات میسر آ گئی ہے۔ اس کے لیے ایک طالبِ صادق کو ہر رمضان میں اسے تلاش کرنا چاہیے۔

رمضان کا جو آخری عشرہ اعتکاف کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اعتکاف کا ثواب آدمی کو الگ ملے، اور چونکہ اعتکاف کی حالت میں اس کی تمام طاق راتیں عبادت میں گزریں گی، اس لیے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ اسے ان میں کبھی نہ کبھی وہ رات بھی لازماً مل جائے گی۔

بعض لوگ اپنی جگہ لیلۃ القدر کی تلاش کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ رات کو باہر نکل کر یہ دیکھا جائے کہ فضا میں کوئی ایسی علامت پائی جاتی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ قدر کی رات ہے۔ فضا میں کوئی ایسا نور برس رہا ہے جس سے اس کا لیلۃ القدر ہونا ثابت ہو جائے۔ لیکن دراصل یہ طرزِ فکر مطابق حقیقت نہیں ہے۔ بے شک یہ نور برستا ہے، لیکن یہ نور تو پورے رمضان میں اور رمضان کی ہر رات میں برستا ہے، البتہ اس کے لیے وہ آنکھیں چاہییں جو اس کو دیکھ سکیں۔ یہ نور درحقیقت آپ کی عبادت کے اندر برستا ہے۔ یہ نور خدا کی رضا طلبی کے اندر آپ کے انہماک میں، بھلائیوں کے لیے آپ کے ذوق وشوق میں، اور عبادات کے لیے آپ کے خلوص و اہتمام میں اور فی الجملہ آپ کے ایک ایک فعل میں برستا ہے۔ (ایضاً، ص ۴۷-۴۹)

● **بڑی محرومی:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ بس محروم ہی رہ گیا (احمد، نسائی)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اس رات میں اللہ کی عبادت کے لیے کھڑا نہیں ہوتا تو گویا اسے قرآنِ مجید کی اس نعمت عظمیٰ کا احساس ہی نہیں ہے جو اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اُتاری تھی۔ اگر اسے اس بات کا احساس ہوتا تو وہ ضرور رات کے وقت عبادت کے لیے کھڑا ہوتا اور شکر ادا کرتا کہ اے اللہ! یہ تیرا احسانِ عظیم ہے کہ تو نے مجھے قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی ہے۔ بے شک یہ بھی تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے کھانے کے لیے روٹی اور پہننے کے لیے لباس عنایت فرمایا۔ لیکن تیرا اصل احسانِ عظیم مجھ پر یہ ہے کہ تو نے مجھے ہدایت دی اور دین حق کی روشنی دکھائی۔ مجھے تاریکیوں میں بھٹکنے سے بچایا اور علمِ حقیقت کی وہ روشن شمع عطا کی جس کی وجہ سے میں دنیا میں سیدھے راستے پر چل کر اس قابل ہوا کہ تیری خوشنودی حاصل کرسکوں۔ پس جس شخص کو اس نعمت کی قدر و قیمت کا احساس ہوگا وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوگا اور اس کی بھلائی لوٹ لے جائے گا۔ لیکن جو شخص اس رات میں ادائے شکر کے لیے خدا کے حضور کھڑا نہیں ہوا وہ اس کی بھلائی سے محروم رہ گیا اور درحقیقت ایک بہت بڑی بھلائی سے محروم رہ گیا۔ (ایضاً، ص ۴۴-۴۵)

جب جماعت اسلامی قائم ہوئی!

مظفر بیگؒ

اُس روز ۷۵ افراد یک جا ہوئے۔

وہ برصغیر کی مختلف بستیوں، قصبوں اور شہروں سے آئے تھے۔ ان میں سے اکثر ایک دوسرے سے نہ آگاہ تھے نہ متعارف۔ چند استثنائی صورتوں کے سوا انھوں نے ایک دوسرے کو اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا۔لیکن ان تمام باتوں کے باوجود، ایک بات سب جانتے تھے — کہ وہ کیوں یک جا ہوئے ہیں۔ وہ بہت کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کا کرب ان پر روشن تھا۔ آنکھیں بند بھی کر لیتے، تو انجان کیسے بن جاتے۔ ایسے میں انھوں نے ایک پکار سنی۔ ایک دعوت نے انھیں یک جا کر دیا۔ دعوت مل بیٹھنے کی نہیں تھی، دعوت مل کر چلنے کی تھی۔ بکھرے بکھرے انسان تھے اور ایک قافلے میں ڈھل جانے کے لیے آئے تھے — اور پھر وہ ایک قافلے میں ڈھلے۔

ان کا سفر مختصر نہ تھا۔ یہ اب زندگی بھر کا سفر تھا اور آسمان کی آنکھ کو اس دن کے بعد جو کچھ دیکھنا اور پرکھنا تھا، وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کون احساس کا کتنا سرمایہ رکھتا ہے، کس کے پاس درد کی کتنی پونجی ہے، کسے چند قدم چل کر بچھڑ جانا ہے اور کسے آخری سانس کی گواہی کے ساتھ پہنچنا ہے، کہاں جذبہ وقتی ہے اور کہاں فیصلہ آخری ہے — سفر تو شروع ہو چکا، لیکن اب اس بات کو بھی تو ان کے صحیفۂ حیات میں درج ہونا تھا کہ کون چلا تو مڑ مڑ کر دیکھتا رہا اور کون نکلا تو یہ شعور ہر گام ساتھ تھا کہ وہ کس کی راہ میں نکلا ہے — یہ اسی سفر کی تاریخ ہے۔

دن ۲۶ راگست ۱۹۴۱ء کا تھا۔ ۲ شعبان ۱۳۶۰ھ، شہر لاہور تھا اور مقام مولانا سید ابوالاعلیٰ

مودودی کا رہایشی مکان (متصل مبارک مسجد، شبلی سٹریٹ، اسلامیہ پارک، پونچھ روڈ)۔ یہیں ترجمان القرآن کا دفتر بھی تھا اور یہیں سب لوگ یک جا ہوئے تھے۔

بنیادی کام ایک عرصے سے ہو رہا تھا۔ وہ حالات جن سے عالمِ انسانی، عالمِ اسلام اور خود برصغیر ہند کے رہنے والے گزر رہے تھے، ترجمان القرآن کی مسلسل تحریروں کا موضوع تھے۔ برسوں پر مشتمل ایک مربوط، مؤثر، مدلّل اور مکمل تجزیے نے اسلامی انقلاب کے لیے ایک اسلامی تحریک کی ضرورت واضح کر دی تھی۔ برصغیر کے مسلمان ایک طویل عرصے سے، جس صورتِ حال میں مبتلا تھے، اس کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک اسلامی تحریک کی ضرورت اس طرح واضح کی گئی:

● ایک یہ کہ اسلام کا مقصد زندگی کے فاسد نظام کو بالکل بنیادی طور پر بدل دینا ہے۔ ● دوسرے یہ کہ یہ کلّی و اساسی تغیر صرف اُسی طریق پر ممکن ہے جو انبیا علیہم السلام نے اختیار فرمایا تھا۔

● تیسرے یہ کہ مسلمانوں میں اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اور جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ نہ اس مقصد کے لیے ہے اور نہ اس طریقے پر ہے"۔ (ترجمان القرآن، محرم ۱۳۶۰ھ، ص ۸۳)

صفر ۱۳۶۰ھ (اپریل ۱۹۴۱ء) کے شمارے میں، اس تجزیے کی بنیاد پر ایک تحریک کی ضرورت محسوس کرنے والوں کو دفتر ترجمان سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا گیا۔ "اب وقت آ گیا ہے کہ جہاں جہاں اس فکر کے لوگ موجود ہیں ان کے درمیان رابطہ پیدا کیا جائے اور ان کے اجتماع کی کوئی صورت نکالی جائے" (ص ۱۰۱) ___ اور یہ ترجمان کی ماہِ صفر ۱۳۶۰ھ کی اشاعت تھی جس کے ذریعے حقائق کا شعور رکھنے والوں کو آخرکار دنیائے عمل میں آنے کی دعوت دے دی گئی۔

ردعمل مثبت تھا۔ یہ بات سامنے آنے میں دیر نہ لگی کہ کروڑوں کی آبادی میں کچھ لوگ سوچ بھی رہے تھے ___ سوئی ہوئی بستیوں میں کچھ انسان جاگ بھی رہے تھے۔ ہرگھاٹ کی طرف لپکنے والوں کے درمیان کچھ وجود پیاسے بھی پائے گئے۔ انھیں یکم شعبان ۱۳۶۰ھ، ۲۵/اگست ۱۹۴۱ء کو یک جا ہونا تھا۔ لیکن دُور دراز سے آنے والے احتیاطاً پہلے ہی چل پڑے تھے اور یوں لوگ ۲۸/رجب سے ہی آنے شروع ہوگئے۔ یکم شعبان تک تعداد ۶۰ ہو چکی تھی۔ کچھ لوگ بعد میں آئے، اور جب انھوں نے ایک تحریک کا آغاز کیا تو وہ ۷۵ تھے۔

یکم شعبان کا دن ایک دوسرے سے متعارف ہونے، ملنے ملانے، معلومات حاصل کرنے

اور تبادلۂ خیالات میں گزرا۔ شام کو وہ دیر تک دفتر ترجمان القرآن کے صحن میں بیٹھے رہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ان کے درمیان موجود تھے اور ان کے سوالات کے جواب دے رہے تھے۔ مسائل پیش ہوتے رہے، اور حل سامنے آتا رہا ــــ یک جا ہونے والے یکسو ہو رہے تھے۔

اور پھر ۲ شعبان ۱۳۶۰ھ کی صبح طلوع ہوئی ــــ ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء

دفتر ترجمان القرآن میں وقت کی اسلامی تحریک کے تاسیسی اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانا مودودی تمہیدی خطاب کے لیے اُٹھے تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔

انھوں نے زندگی اور مقصدِ زندگی کا تعلّق بیان کیا ــــ زندگی بہت بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے اگر ہم جان لیں کہ ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اس صورت میں زندگی محض وقت گزارنے کی چیز نہیں رہتی، اور دین صرف ایک عقیدہ ہی نہیں رہتا بلکہ زندگی ایک مسلسل عمل اور دین ایک تحریک بن جاتا ہے ــــ فرمایا: ''دین کو تحریک کی شکل میں جاری کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری زندگی میں دین داری محض ایک انفرادی رویے کی صورت میں جامد و ساکن ہو کر نہ رہ جائے بلکہ ہم اجتماعی صورت میں نظامِ دین کو عملاً نافذ و قائم کرنے، اور مانع و مزاحم قوتوں کو اس کے راستے سے ہٹانے کے لیے جدوجہد بھی کریں''۔

اپنے اس خطاب میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دو زبردست اندرونی خطرات سے بھی آگاہ کیا جو ایسی تحریکوں کو پیش آتے رہے ہیں۔ ان کی نگاہ میں یہ وہ غلطیاں تھیں جن سے اس تحریک کے کارکنوں کو لازماً بچنا چاہیے .... انھوں نے پہلے قدم پر ہی، ایک اسلامی تحریک کے دائرہ عمل سے بھی آگاہ کر دیا: ''یہ بات ہر اس شخص کو جو جماعت اسلامی میں آئے اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جو کام اس جماعت کے پیشِ نظر ہے وہ کوئی ہلکا اور آسان کام نہیں ہے۔ اسے دنیا کے پورے نظامِ زندگی کو بدلنا ہے۔ اسے دنیا کے اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت، معاشرت، ہر چیز کو بدل ڈالنا ہے، دنیا میں جو نظامِ حیات خدا سے بغاوت پر قائم ہے اسے بدل کر خدا کی اطاعت پر قائم کرنا ہے، اور اس کام میں تمام شیطانی طاقتوں سے اس کی جنگ ہے۔ اس کو اگر کوئی ہلکا کام سمجھ کر آئے گا تو بہت جلدی مشکلات کے پہاڑ اپنے سامنے دیکھ کر اس کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔

اس لیے ہر شخص کو قدم آگے بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کس خارزار میں قدم رکھ رہا ہے۔ یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں...... لہٰذا قدم اُٹھانے سے پہلے خوب سوچ لو۔ جو قدم بھی بڑھاؤ، اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ یہ قدم اب پیچھے نہیں پڑے گا۔ جو شخص اپنے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کرتا ہو بہتر ہے کہ وہ اسی وقت رُک جائے'' ــــــ یہ جماعت اسلامی کی تشکیل سے چند گھنٹے پہلے کا خطاب ہے۔

---

۲۶ راگست ۱۹۴۱ء کے دن کا بڑا حصہ اس دستور پر غور کرنے میں گزرا جس کے مطابق اس قافلے کو چلنا تھا۔ مولانا مودودیؒ نے اس دستور کا مسودہ پڑھنا شروع کیا۔ جس کی کاپیاں چھپوا کر ایک دو روز پہلے ہی تمام آنے والوں کو دے دی گئی تھیں۔ اب ایک ایک لفظ پڑھا گیا۔ ایک ایک نکتے پر تبادلۂ خیال ہوا۔ سب نے اس میں حصہ لیا۔ یہ مسلسل نشست صرف دوپہر کے کھانے اور ظہر وعصر کی نمازوں کے لیے ملتوی ہوئی۔ باقی سارا وقت دستورِ جماعت ترتیب دینے میں صرف ہوا۔ برصغیر کی دورِ غلامی کے اس دن کا سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی جب یہ کام مکمل ہوگیا۔

اب سب سے پہلے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اُٹھے۔ کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اعادہ کیا اور کہا: ''لوگو! گواہ رہو کہ میں آج ازسرِنو ایمان لاتا اور جماعت اسلامی میں شریک ہوتا ہوں''۔ ایک ایک کر کے دوسرے افراد اُٹھے، اور اسی طرح تجدید ایمان کے ساتھ جماعت اسلامی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ عجب سماں تھا۔ چہرے آنسوؤں میں نہا گئے۔ آوازیں گلوگیر ہوگئیں۔ شہادت کا یہ کلمہ کب نہیں پڑھا تھا، لیکن آج جب سوچ سمجھ کر زندگیوں کو اس کے لیے وقف کر کے اور اس کی تمام ذمہ داریوں کے احساس کے ساتھ پڑھا تو کانپ کانپ اُٹھے۔ جس دین کے لیے مخلص تھے، اس دین کے لیے متحرک ہونے کا عہد کر رہے تھے اور جانتے تھے کہ یہ عہد کس سے کر رہے ہیں۔

جب سب، خدا سے اپنے عہد پر دوسروں کو گواہ بنا چکے، تو وہ تعداد میں ۷۵ تھے ــــ اور یہی ۲۶ راگست ۱۹۴۱ء، ۲ شعبان ۱۳۶۰ھ کا وہ لمحہ تھا جب مولانا مودودیؒ نے اعلان کیا: ''آج جماعت اسلامی کی تشکیل ہوگئی''۔ (آئین، اشاعتِ خاص، جماعت اسلامی کے ۵۰ سال، ص ۲۲-۲۵)

مسلم دنیا میں عوامی انقلابی لہر: چند مزید زاویے

ڈاکٹر انیس احمد

مسلم دنیا گذشتہ دو صدیوں میں عظیم سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی انقلابوں کا اور بیرونی طاقتوں کی خصوصی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اُمت کے اندرونی خلفشار، انتشارِ فکری، معاشی اضمحلال اور عسکری پس ماندگی نے اسے بیرونی طاقتوں کے لیے ایک تر نوالہ بنا دیا۔ چنانچہ انیسویں صدی میں مشرق وسطیٰ اور افریقہ جو کل تک مسلمانوں کی عالمی طاقت کا مظہر تھے، دیکھتے ہی دیکھتے یورپی سامراجی طاقتوں کے زیرِاثر آ گئے۔ برطانیہ نے ۱۸۸۲ء میں مصر کو زیرنگیں کیا اور اس دوران فرانس نے الجزائر، تیونس، مراکش اور شام پر تسلط قائم کیا۔ سلطنت عثمانیہ کے زوال کے نتیجے میں اطالویوں نے لیبیا کو اپنے دائرۂ اثر میں شامل کرلیا۔

ایک جانب مغربی سامراج اپنے توسیعی عزائم کے ساتھ مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں اپنے قدم جما رہا تھا اور دوسری جانب اللہ تعالیٰ کے قانون کی پیروی کرتے ہوئے اُمت مسلمہ میں بیداری کی تحریک اس کی بے سروسامانی کے باوجود اُبھر رہی تھی۔ چنانچہ شیخ عبدالکریم الریفی نے ۱۹۲۰ء میں ریف میں اسپین کی افواج کو شکست دے کر ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی لیکن جلد مراکش پر قابض فرانسیسی سامراج سے ٹکراؤ ان کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ اُدھر سوڈان میں محمداحمدالمہدی کی قیادت میں برطانیہ کے خلاف تحریکِ آزادی برپا ہوئی، اور اسی عرصے میں لیبیا میں افسانوی کردار کے حامل مجاہد عمرمختار نے اطالوی سامراج کا ۲۰ سال تک پامردی سے مقابلہ کیا۔ یہ تحریکات اور ان کے بانی، گو مکمل طور پر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے لیکن انھوں نے بیرونی سامراج کے خلاف جس جدوجہد کو اپنے خون سے سینچا وہ بالآخر نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔

مسلم دنیا سے مغربی سامراج کے پسپا ہونے کے بعد حالات ایک نیا رُخ اختیار کر گئے۔ اب مغربی سامراج کی جگہ اس کے تربیت یافتہ فوجی سربراہ، سلاطین اور آمروں کا دور شروع ہوا۔ چنانچہ مصر میں جمال عبدالناصر کے بعد حسنی مبارک، لیبیا میں معمر قذافی، یمن میں علی عبداللہ صالح، یا بحرین میں خلیفہ خاندان کی حکومت کو براہِ راست امریکی اور یورپی اقوام کی حمایت اور امداد حاصل رہی۔ ان آمروں اور بادشاہوں نے اپنے عوام کو اپنی ناجائز دولت اور ظلم و جور کے ذریعے خاموش رکھنے اور اپنے ذاتی اقتدار کو قائم رکھنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

آج مسلم دنیا میں جو انقلابی لہر نظر آرہی ہے وہ اسی آمریت اور ملوکیت و سلطانی کے خلاف عوام الناس کے اتحاد کی مظہر ہے۔ لیکن بات اتنی آسان بھی نہیں ہے۔ گو، بنیادی طور پر ہر انقلابی تحریک کا آغاز اندر سے ہوتا ہے اور جب تک اندرونی عناصر اس میں شامل نہ ہوں کوئی تحریک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی، لیکن حالیہ تحریکات میں بیرونی ہاتھ، وسائل اور دولت کا استعمال جس آزادی سے کیا جارہا ہے وہ مغربی لادینی جمہوریت کے اخلاقی دیوالیہ پن کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اور مسلم دنیا کو کسی نہ کسی طرح اپنی گرفت میں رکھنے اور اس کے وسائل کو اپنے تصرف میں لانے کے ایجنڈے کا ایک اہم پہلو ہے۔

● **یمن**: یمن اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ امریکی نام نہاد جمہوریت کے علَم بردار، صدر اوباما، جن کے نام کے ایک حصے سے دھوکا کھا کر امریکا کے اکثر مسلم شہریوں نے انھیں اپنے ووٹ دیے، یمن سے گہری دل چسپی رکھتے ہیں۔ سی آئی اے کے سربراہان کے بقول یمن میں پائی جانے والی 'القاعدہ' کی قوت پاکستان یا کسی اور ملک سے کہیں زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ اس بنا پر پینٹاگون کی مشترکہ خصوصی کمانڈ، اور سی آئی اے کے اشتراک سے یمن سے بھاگ جانے والے صدر علی عبداللہ صالح کے تعاون سے یمن میں سرگرمِ عمل ہے۔ صدر صالح کے زخمی ہوکر سعودی عرب بغرض علاج جانے کے بعد صدر کے بیٹے اور خاندان کے افراد جو یمن کی حکومت، فوج اور دیگر کلیدی مناصب پر ۳۰ سال سے قابض ہیں، عوامی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے امریکی امداد اور اپنی ناجائز دولت اور عسکری قوت کے سہارے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں تاکہ ان کے ذاتی اقتدار اور امریکی مفادات کی حفاظت کی جاسکے۔

● **لیبیا:** لیبیا میں بھی بیرونی مالی، عسکری اور سیاسی اثرات کو کھلے عام اس غرض سے استعمال کیا جا رہا ہے کہ یا تو لیبیا کو مشرقی اور مغربی حصوں میں تقسیم کر دیا جائے یا کرنل قذافی اور ان کے حمایتی قبائل کو عسکری قوت کے ذریعے شکست دے کر لیبیا کے تیل کے ذخائر کو مغربی اقوام کے استعمال کے لیے آسان بنا دیا جائے۔ مغربی ذرائع کے مطابق اطالوی وزیرخارجہ فرانکو فریٹنی نے رائٹر کو بیان دیا کہ اٹلی ۴۰۰ ملین یورو نقد امداد قذافی کے مخالفین کو دے گا۔ ادھر کویت نے ۱۸۰ ملین ڈالر کی امداد کا اعلان کیا ہے۔ ناٹو کو ایک امریکی تجزیہ کار ولیم بلم نے Naked Aggression Treaty Organization (ننگی جارح تنظیم) کے نام سے یاد کرتے ہوئے اس کی کارگزاری پر سخت تنقید کی ہے۔ لیبیا پر اس کی کتاب *Killing Hope* میں تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ امریکا نے حالیہ چند برسوں میں عراق، افغانستان، پاکستان، صومالیہ، یمن اور لیبیا پر جس طرح جارحیت کی ہے اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر امریکی صدر کے ساتھ معاملہ کیا ہے؟ (what is wrong with the American President) ہم اسے یوں کہیں کہ what is not wrong with him? تو شاید زیادہ درست ہو۔ اس کا کہنا ہے کہ قطر سے جاری ہونے والی الجزیرہ کی نشریات امریکی پالیسی اور ناٹو کی تباہ کاریوں کی بھرپور توثیق کرنے کے سبب اپنا اعتبار کھو چکی ہیں۔ ناٹو کے ۱۳ ہزار سے زائد فضائی حملوں میں ۴ ہزار ۹ سو ۶۳ بمباریوں میں ہزارہا افراد شہید اور زخمی ہوئے ہیں، جب کہ ذرائع ابلاغ صرف کرنل قذافی کی حمایتی فوج کی تباہ کاریوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس پر ظلم یہ کہ ان تمام حملوں کو لیبیا کے خلاف جنگ نہیں قرار دیا جاتا۔ ولیم بلم سوال کرتا ہے کہ اگر کوئی بیرونی طاقت امریکا کی سرزمین پر میزائل داغے تو کیا اسے بھی ہلّہ بول دینا (strike sorties) کہا جائے گا یا جنگی اقدام قرار دیا جائے گا؟

لیبیا پر ناٹو کے ذریعے امریکی حملہ جس عنوان سے بھی کیا جا رہا ہو، اسے بین الاقوامی قوانین کی صریح خلاف ورزی اور ننگی جارحیت کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جا سکتا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۵۰ء تک محدود اندازوں کے مطابق توانائی کے جس بحران کی پیش گوئی کی جا رہی ہے، نہ صرف ناٹو کے ذریعے امریکی جارحیت بلکہ دیگر مسلم ممالک میں امریکی مداخلت کا اس کے ساتھ انتہائی منطقی تعلّق ہے۔ لیبیا اور یمن میں خلافِ قانون کارروائی (dirty work) کے لیے امریکا اپنی فوج کی

جگہ ان ممالک کو استعمال کر رہا ہے جو وہاں کے جغرافیائی، فضائی اور انسانی مسائل کے حوالے سے بطور سابقہ سامراجی حکمران ذاتی تجربہ رکھتے ہیں اور جو وہاں کی گلیوں اور شہروں سے مانوس ہیں۔ دوسری جانب قذافی اور یمن کے صدر کے خاندان کے افراد اپنی ناجائز جمع کردہ دولت اور تعلقات و وسائل کا پوری قوت سے استعمال کر رہے ہیں تاکہ انقلاب کی بڑھتی ہوئی لہروں کی شدت کو کم کیا جاسکے۔

● **بحرین:** بحرین کی صورت حال ان دونوں سے کسی قدر مختلف ہے۔ یہاں مسلکی اختلاف رکھنے والی منظم اقلیت جس کی مقامی جڑیں خاصی مضبوط ہیں، ایک عرصے سے برسرِ اقتدار خاندان کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے اور پارلیمنٹ میں واضح تعداد میں ان کی موجودگی بھی ان کی حمایت کی توثیق کرتی ہے۔ یہاں فرماں روا خاندان بھی سلطانی ذرائع اور حربوں کا استعمال کرکے اپنی برتری قائم رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ حزبِ اختلاف کی جماعت وفاق پارٹی ۴۰ ممبران کی پارلیمنٹ میں ۱۸ نشستوں پر قابض ہے اور کم آمدنی والے شیعہ ممبران اس کی اصل قوت ہیں۔ یہ قانون کا احترام کرنے اور منظم مظاہرے کرنے کی شہرت رکھتی ہے۔ مجمع العمل الاسلامی جو اسلامک فرنٹ کی جانشین جماعت ہے اس کا آیت اللہ محمد شیرازی سے قریبی تعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بانی محمد علی المحفوظ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حکمران خلیفہ کا تختہ اُلٹنا چاہتے تھے۔

موجودہ صورت حال میں یمن پر ۳۳ سال سے اور لیبیا پر چار عشروں سے حکومت کرنے والے آمروں کی حکمت عملی تقریباً وہی ہے جو حسنی مبارک نے ۳۰ سال اختیار کیے رکھی، یعنی اگر ہمیں حکومت سے ہٹایا گیا تو 'اسلامیان' جنھیں مختلف عنوانات سے یاد کیا جاتا ہے، ملک پر قابض ہوجائیں گے۔ اسلامی شدت پسندی، بنیاد پرستی، اسلامی جہاد اور اس سے ملتے ہوئے دیگر الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے یورپ اور امریکا کو اسلامی ریاست کے خطرات دکھا کر اپنے اقتدار کو مزید طول دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کا 'خطرہ' نہ صرف مشرق وسطیٰ اور افریقہ بلکہ خود پاکستان کے حوالے سے بھی ایک سیاسی حقیقت ہے، اور اس خطرے کی گھنٹی کے بجنے میں گذشتہ عشرے میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

اسلامی قیادت کے لیے چند غور طلب پہلو

اس تناظر میں مسلم قیادت کے لیے چند امور خاص طور پر قابلِ غور ہیں:

● **مسلم دنیا اور امریکا کے تعلقات:** اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مسلم دنیا کے عوام گیلپ کے عالمی جائزے کے مطابق جسے ۲۰۰۶ء میں بڑے پیمانے پر کیا گیا، امریکی حکومت کی پالیسیوں خصوصاً فلسطین کے مسئلے پر اسرائیل کی مسلسل حمایت اور مسلم دنیا میں جابر اور غیر اخلاقی طور پر قابض حکمرانوں کی حمایت کرنے کے سبب امریکا کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن امریکا کی عسکری طاقت اور دنیا کے مختلف ممالک خصوصاً عراق، افغانستان، شمالی پاکستان پر امریکی فوجی حملوں کے تناظر میں امریکا کا ہوا اور اس کا ڈر بھی ایک زمینی حقیقت ہے۔ اس صورت حال میں مسلم قیادت کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا امریکا پر محض لعن طعن اور عوامی خطابات میں اس کی واپسی کا مطالبہ کرنا مسائل کے حل کی طرف لے جاسکتا ہے یا اس بات کی ضرورت ہے کہ امریکی دراندازی کو ان عملی ملکی مسائل کے پس منظر میں پیش کیا جائے جن سے عوام دوچار ہیں۔ یہ کہ ملک میں غربت کے اضافے میں کس طرح امریکا کا دخل ہے۔ ملک میں دہشت گردی اور عدم تحفظ اور جان و مال اور عزت پر حملے کا امریکی موجودگی سے کیا تعلق ہے؟ روزمرہ کی اجناس کی قیمتوں میں اضافے اور اس خطے میں امریکی پالیسی میں کیا اندرونی تعلق پایا جاتا ہے۔ عوامی مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے امریکا کو مسائل کا اصل سبب قرار دینا عوام اور خواص میں مسلم قیادت کے مقام و کردار کی بہتر ترجمانی کرسکتا ہے۔

● **ذرائع ابلاغ اور فکری خلفشار:** مسلم قیادت کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ خود کس حد تک ہمارے میڈیا، ذرائع ابلاغِ عامہ کے پیدا کردہ فکری خلفشار کی شکار ہے۔ اس وقت ملک کے بیش تر ٹی وی کے پروگرام اور تجزیے خواہ وہ کسی بھی سیاسی جماعت یا مال دار ادارے سے تعلق رکھتے ہوں اجتماعی طور پر اپنے ناظرین کو ملک کے مستقبل سے مایوس کرنے، حالات کے بگڑنے کی ایسی تصویر پیش کرنے میں جس کی تان ملک کے ٹوٹنے پر جا کر رُکے، اور اسلام کے حوالے سے یہ تاثر دینے میں لگے ہیں کہ یا تو وہ ماضی کا قصہ ہے یا اگر اسلام نافذ ہوا تو فرقہ واریت، بنیاد پرستی، انتہاپسندی، تشدد، مار دھاڑ، تکفیر اور خصوصاً خواتین کے حقوق کی پامالی ایک یقینی امر ہے۔ گویا اسلام کو بھیانک بنا کر پیش کرنے میں جو جتنی زیادہ فن کاری کا استعمال کرتا ہے، اتنا ہی لبرل، ترقی پسند اور رواداری کا علَم بردار سمجھا جاتا ہے۔

مسلم قیادت کے لیے قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ کیا وہ اس منفی اور تخریبی اندازِ فکر کی جگہ ملک کے روشن مستقبل، یک جہتی اور محفوظ ہونے کے مثبت تصورات کو عوام تک پہنچارہی ہے، یا وہ بھی بیرونی قوتوں کی اس ابلاغی سازش سے جسے ملکی ذرائع ابلاغ کے ذریعے کیا جارہا ہے غیرشعوری طور پر متاثر ہوجاتی ہے۔ اسلام اُمید، اللہ تعالیٰ سے بہترین توقع اور زندگی کے روشن پہلوؤں پر مبنی مستقبل کی تعمیر کی دعوت دیتا ہے۔ مایوسی اور نااُمیدی کو رد کرتا ہے اور اسے ایمان کے منافی قرار دیتا ہے۔ مسلم قیادت کو اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اس کے طرزِعمل سے مایوسی کا اظہار نہ ہو بلکہ وہ اُمت مسلمہ میں اُمید، اعتماد اور منزل کا یقین پیدا کرنے کے لیے عملی اقدامات کرے۔

● **معاشی خودانحصاری:** مسلم قیادت کے لیے تیسرا قابلِ توجہ نکتہ معاشی خودانحصاری کا حصول ہے۔ عالمی معاشی مراکز سرمایہ دارانہ نظام کے نمایندہ شمالی ممالک کے ذریعے جنوب کے معاشی نظام کو اپنے قابو میں رکھے ہوئے ہیں۔ مسلم دنیا اپنے وسائل کے لحاظ سے غیرمعمولی طور پر مال دار لیکن اپنی معاشی حکمت عملی اور معاشی طرزِفکر کے لحاظ سے انتہائی کنگال واقع ہوئی ہے۔ مغربی سرمایہ دارانہ فکر نے اس کی قیادت کو صرف ایک ہی معاشی حل سمجھایا ہے اور وہ ہے بیرونی امداد کے سہارے ترقی کے نام پر لیے گئے قرضوں کی جزوی ادایگی اور نتیجتاً اپنی معاشی بدحالی میں اضافہ۔ مسلم ممالک اگر انتہائی سادہ اور غیرترقی یافتہ حکمت عملی، یعنی مال کے بدلے مال ہی کو آپس میں متعارف کرادیں تو چند برسوں میں ڈالر کی غلامی سے نجات مل سکتی ہے۔ مسلم دنیا کے قدرتی وسائل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام اور آزمایش کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان وسائل کو اگر امانت اور دیانت کے اسلامی اصولوں کے تحت استعمال میں لایا جائے تو مغرب پر انحصار کا خاتمہ آج ہوسکتا ہے۔ مسلم دنیا کا معاشی استحکام اور خودانحصاری نہ صرف معیشت بلکہ اس کی سیاست، معاشرت، تعلیم اور ثقافت، غرض ہرشعبۂ حیات پر اثرانداز ہوگی اور چاہے وہ سیاست ہو یا تعلیم و معاشرت، اس پر مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات آہستہ آہستہ زائل ہوسکیں گے۔

جغرافیائی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلم دنیا کو ایک سبز پٹی کی شکل دے رکھی ہے کہ تجارتی قافلوں اور ریل، شاہراہوں اور سمندری راستوں پر ہرطریقے سے اشیاے تجارت کے نقل وحمل میں کوئی دقت پیدا نہیں ہوسکتی۔ صرف مسلم قیادت کو اس طرف یکسوئی کے ساتھ توجہ دینے کی

ضرورت ہے۔ یہ مخفی سرمایہ نہ صرف مسلم دنیا کو معاشی خودانحصاری فراہم کرسکتا ہے بلکہ تھوڑے عرصے میں مسلم دنیا کو ایک متحدہ بلاک کی طرف لے جاسکتا ہے۔

یاد رہے معاشی تعلقات کی بنیاد محض معاشی مفاد کبھی نہیں ہونی چاہیے بلکہ حلال اور مباح تجارت و معیشت کی ترقی اور حرام سرمایہ دارانہ استحصالی معیشت سے نجات کی بنیاد پر مسلم دنیا کا اتحاد یورپی معاشی اتحاد سے زیادہ حقیقی، پایدار اور باہمی منفعت کا حامل ہوسکتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد اخوت، خوفِ خدا اور بھلائی میں تعاون اور برائی کے خلاف اتحاد پر ہوگی۔ آج جب امریکا کے معاشی، سیاسی اور اخلاقی زوال کی پیشن گوئی خود امریکی ماہرین علومِ عمرانیات و معاشیات کر رہے ہیں، مسلم قیادت کے لیے معاشی خودانحصاری کا حصول ایک اہم ضرورت کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ اس ضمن میں عملی اقدامات میں تاخیر مزید مسائل و مشکلات پیدا کرسکتی ہے۔

● **بڑھتی ہوئی عصبیت کے خلاف جدوجہد:** مسلم قیادت کے لیے چوتھا قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ ملک میں بڑھتی ہوئی لسانی اور نسلی عصبیت جو ہر برسرِ اقتدار مفاد پرست آمر اور سیاسی بازی گر کا حربہ ہوتی ہے اور جس کے ذریعے وہ بندر بانٹ کر کے خود کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اُس عصبیت کی آگ کو بجھانے اور دونوں فریقوں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے میں کیا کردار ادا کرسکتی ہے۔

مسلم قیادت ہی وہ واحد عنصر ہے جو پاکستان میں بڑھتی ہوئی عصبیت اور لسانی منافرت کے مظاہر کے خاتمے اور مختلف المسالک و مذاہب گروہوں کے درمیان غلط فہمیوں اور نفرتوں کو دُور کرنے میں اپنا مثبت کردار ادا کرسکتی ہے۔ کیا ایک دن میں ۸۰؍افراد کا ظالمانہ قتل تحریکی فکر سے وابستہ افراد کو اُس مثبت کردار کی دعوت نہیں دیتا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورۂ حجرات (۴۹:۹-۱۰) میں فرمایا گیا ہے کہ اگر دو مسلم گروہوں میں جھگڑا ہوجائے تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ، اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوں تو تحقیق کرنے کے بعد دونوں میں سے جو ظالم ہو اس کے خلاف مظلوم کا ساتھ دو، اور جب وہ ظلم سے باز آجائیں تو اپنا ہاتھ روک کر دلوں کو جوڑتے ہوئے اخوت پیدا کرنے اور عدل کے رویے پر عامل ہونے کی کوشش کرو۔

● **اندازِ فکر میں جدت:** اسلامی فکر رکھنے والے افراد خصوصاً تحریکی فکر کے افراد کے

لیے ایک قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں جو فساد اور انتشار پایا جاتا ہے اسے دُور کرنے کے لیے انھوں نے اسلام کے صحیح علم کو کم تعلیم یافتہ اور تعلیم یافتہ طبقات تک کس حد تک پہنچایا ہے۔ کیا روایتی اجتماعات، تقاریر کافی ہیں یا جمعہ کے اجتماعات کا حکمت دین کے ساتھ استعمال، مساجد میں ایک ورقہ پمفلٹ کی تقسیم، معاشی، معاشرتی مسائل پر مختصر خطابات کا استعمال مؤثر طور پر کیا جارہا ہے۔

یمن میں خواتین نے جمعہ کے اجتماع میں سڑکوں پر مساجد کے باہر نماز قائم کرکے، اپنے غم و غصّے اور احتجاج کا اظہار کیا۔ یہ ایک پُرامن طریقہ ہے جو عوام کو متحرک کرنے اور انھیں مسائل کے حل کے لیے متحد کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہم لگے بندھے انداز سے ہٹ کر سوچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ کیا ہم اس دائرے کو توڑنے کی شعوری کوشش کرسکتے ہیں جس میں مفاد پرست سیاست دان عصبیتوں کو ہوا دے کر، بعض اوقات امن عامہ کو خراب کرکے، اور بعض اوقات محلاتی سازشوں کے ذریعے فوج یا سیاسی جماعتوں میں وقتی اتحاد پیدا کرکے اپنا مطلب پورا کرتے رہے ہیں۔ یہ عمل ایک تسلسل سے ہمارے سامنے ہورہا ہے۔ مسلم دنیا کے انقلابات خصوصی طور پر پیغام رسانی کے ذریعے انقلاب کے طریقے کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بناتے ہوئے ایک صحت مند، اسلامی تبدیلی کے لیے راہ ہموار کی جاسکتی ہے۔

مسلم قیادت کو لیبیا، یمن، اور بحرین کے واقعات دعوت دیتے ہیں کہ وہ لگے بندھے انداز سے ہٹ کر غور کرے اور عوامی مسائل و مشکلات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے حالاتِ حاضرہ کے لحاظ سے ایسی حکمت عملی وضع کرے جو اُمت کو مکڑی کے جالے سے آزاد ہونے، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے، اور تحریکاتِ اسلامی کے نصب العین، یعنی رضاے الٰہی کے حصول میں کامیابی سے ہم کنار کرسکے۔

شام کی صورت حال

مغربی ابلاغ میں 'عرب بہار' (Arab Spring) کا ذکر ۲۰۱۱ء کے آغاز سے اُبھرنے والی انقلابی تحریک کے حوالے سے مسلسل کیا جارہا ہے۔ تیونس کے چنبلی یا سفید انقلاب اور اس کے متوازی مصری انقلاب نے اردگرد کے مسلم ممالک میں ایک نئی فضا پیدا کردی جس میں یمن، بحرین، لیبیا اور شام دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ شام کی صورت حال دیگر ممالک کے تناظر میں

خاصی پیچیدہ ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف پانچ نکات پر بات کریں گے۔

کسی بھی ملک میں انقلابی صورت حال اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے اپنے شہری صورت حال کے پیش نظر پیش قدمی کریں لیکن مسلم دنیا میں خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیل اور دیگر ذخائر کا پایا جانا مغربی سامراجیوں کی توجہ اور دل چسپی کا مستقبل سبب رہا ہے، چنانچہ شام کے حوالے سے امریکی کردار بہت پرانا ہے۔ ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۹ء کے درمیان امریکی حکومت نے حسبِ عادت عوام کو 'جمہوریت' کا تحفہ دینے کے بہانے دخل اندازی کا آغاز کیا۔ چنانچہ برطانوی اور امریکی خفیہ اداروں نے مشترکہ طور پر بادشاہت کا تختہ اُلٹنے کی سازش میں شرکت کی اور حالات کو بد سے بدتر کی طرف لے جانے میں کامیابی حاصل کی۔ اسی دوران ۱۹۵۳ء میں دونوں اداروں نے وزیراعظم مصدق کے خلاف ایران میں کھل کر مالی اور افرادی قوت کا استعمال کیا۔

موجودہ صورت حال میں امریکا دمشق کے انسانی حقوق کے مرکز صَبا، جس کا براہِ راست تعلّق (U.S. National Endowment for Democracy) سے ہے، اور دیگر اداروں، مثلاً ڈیموکریسی کونسل اور انٹرنیشنل ری پبلکن انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے کھلے عام مالی امداد دی جارہی ہے اور سیاسی کارکنوں اور عسکری گروہوں کی تربیت کا کام کیا جارہا ہے۔ امریکا کی یہ دوعملی کوئی نیا معاملہ نہیں ہے۔ جہاں یہ آمروں، فوجی ڈکٹیٹروں کی پشت پناہی میں سب سے آگے ہے وہیں 'جمہوریت' کے نام پر سیاسی خلفشار پیدا کر کے اور ملک میں خانہ جنگی پیدا کر کے براہِ راست اقوام متحدہ یا اپنی فوجی مداخلت کے لیے فضا تیار کرنا اس کی حکمت عملی کا ایک ستون ہے۔ یہ شکل مکمل طور پر شام میں پائی جارہی ہے۔

دوسرا اہم پہلو شام میں شیعہ اور سُنّی اختلافات کے ذریعے صورت حال کو نازک بنانا ہے۔ اس میں نہ صرف امریکا اور اسرائیل بلکہ ایران اور عراق کی پالیسیوں کا بھی بڑا دخل ہے۔ چنانچہ شام نے عراق میں شیعوں کی حمایت کے ذریعے مالکی کی حکومت کی حمایت اور فوجی امداد کے ذریعے عراق میں شیعہ اقتدار کے قیام میں سرگرمی سے حصّہ لیا جس کے نتیجے میں نہ صرف شام کی سُنّی آبادی بلکہ اردگرد کے ممالک خصوصاً سعودی عرب اور خلیج کے امرا نے ردعمل کے طور پر سنیوں کی حمایت میں اپنی بھلائی محسوس کی۔ اس سلسلے میں الجزیرہ کا کردار غیرمعمولی طور پر اہم ہے۔ خلیجی

ممالک نے شام کو ۲۰ ملین ڈالر کی امداد کی پیش کش اسی غرض سے کی ہے۔

تیسری جانب ابوموسیٰ الزرقاوی کی فکر رکھنے والے گروہوں نے جن کی تعداد اچھی خاصی ہے اور جو عراق کی جنگ میں حصّہ لے چکے تھے، شام کی سُنّی آبادی کے تحفظ کے لیے ملک گیر مہم شروع کی جس میں بیرونِ ملک کے سُنّی عناصر نے جنھیں مغربی ابلاغ عامہ 'سلفی' کے لقب سے یاد کرتا ہے، حصّہ لیا اور اس وقت ان کا بنیادی نعرہ یہ ہے کہ اصلاً بلدالشام جو جغرافیائی طور پر لبنان، شام، فلسطین پر مبنی تھا، اس کی آزادی ہونی چاہیے کیونکہ اس خطے پر اب شیعہ بلکہ علوی اقتدار ہے، جو خود معروف شیعہ مذہب سے کٹا ہوا ایک فرقہ ہے۔ اسد اور اس کے حامی جن کا تعلّق علوی فرقے سے تمام کلیدی مناصب پر قابض ہیں۔

چوتھی جانب یورپی ممالک خصوصاً فرانس یہ چاہتا ہے کہ ملک میں انتشار میں اضافہ ہو اور اس طرح اسرائیل کو جو خطرہ شام یا ایران سے ہوسکتا ہے اس میں کمی واقع ہو اور اسرائیل کی دفاعی قوت میں اضافے کا باعث ہو۔

پانچواں پہلو تحریکِ اسلامی کے حوالے سے خصوصی طور پر قابلِ غور ہے۔ شیخ یوسف قرضاوی جو نہ صرف ایک اعلیٰ درجے کے عالم اور فقیہ ہیں، ان کا اخوان المسلمون سے تعلّق ان کی ہر بات کو براہِ راست یا بالواسطہ مشرق وسطیٰ کی تحریک اسلامی سے منسلک کر دیتا ہے۔ انھوں نے اپنے بعض بیانات میں شدت سے بشارالاسد کی حکومت کی مخالفت کا اظہار کیا ہے، جب کہ شام کے بعض دینی عناصر بشارالاسد کے واضح شیعہ طرزِ عمل اور سُنّیوں کو نظرانداز کرنے کی پالیسی کے باوجود یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اسد کے جانے کے بعد اس کے جانشین اس سے بہتر نہیں ہوں گے۔

ان حالات میں مسلم قیادت کے لیے غور کرنے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ سیاسی انتشار و انقلاب کی اس فضا میں کیا وہ اپنا وزن کسی ایک فریق کی طرف ڈال کر کوئی فوری ہدف حاصل کریں یا اس دورِ فتنہ میں اپنا الگ تشخص برقرار رکھتے ہوئے قیادت اور معاشرے کی اصلاح کے طویل المیعاد ہدف کے لیے کام کریں۔ یہ سوال غالباً صرف شام کے لیے نہیں بلکہ دیگر مسلم ممالک میں بھی دینی قیادت کے لیے ایک کلیدی سوال ہے جس پر غور کرنے کی ضرورت پہلے سے زیادہ شدید ہے۔

مشاہداتِ مصر

عبدالغفار عزیز

جمعہ ۲۴ جون ہمارے دورۂ مصر کا آخری روز تھا۔ ہم نے قاہرہ کے تاریخی میدان التحریر، یعنی میدان آزادی کے ایک گوشے میں واقع جامع مسجد عمر مَکرَم میں نماز جمعہ ادا کی۔

خطیب صاحب نے حسنی مبارک دور پر کھل کر تنقید کی۔ حسنی مبارک ۳۰ سال تک مصر کے سیاہ وسفید کا مالک رہا، اس سے پہلے انور سادات اور جمال عبد الناصر بھی شخصی اقتدار کی بدترین مثالیں تھیں۔ تینوں نے اپنے ۶۱ سالہ اقتدار میں لوٹ مار ہی نہیں، ظلم و جبر کی بھی انتہا کردی۔ خطبۂ جمعہ کے بعد بھی لوگ کہہ رہے تھے کہ سابقہ دور میں کوئی شخص منبر پر کجا، نجی محفل میں بھی یہ باتیں کہنے کا تصور تک نہیں کرسکتا تھا۔ آج ہر شخص گویا ایک نئی دنیا میں سانس لے رہا ہے۔ پہلے ہر دوسرا شخص کسی دشمن جاسوسی ادارے کا نمایندہ لگتا تھا، اب وردی پوش بھی اپنے بھائی دکھائی دیتے ہیں۔ اس وقت ملک میں عملاً فوج کی عمل داری ہے۔ ہر اہم فیصلہ فوج کے سربراہ جنرل محمد حسین طنطاوی مسلح افواج کی سپریم کونسل کے ذریعے کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر ایک غیر فوجی شخصیت ڈاکٹر عصام شرف وزیراعظم ہیں اور ان کی ایک کابینہ بھی ہے لیکن ان کی حیثیت جمالی یا جونیجو حکومت سے بھی کمزور ہے۔ اگرچہ پوری قوم نے ڈکٹیٹر سے نجات حاصل کرنے پر ایک نئی زندگی کا آغاز کیا ہے لیکن اب بھی ہر شہری حقیقی تبدیلی کا منتظر ہے۔ لوگوں کو پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کے مظالم سے رہائی مل گئی، آزادی اظہار و اجتماع بھی حاصل ہوگئی لیکن ملک میں ایک عادلانہ حقیقی جمہوری نظام کا خواب تاحال تعبیر کا منتظر ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے عوام میں اضطراب وتشویش میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ کئی بار تو احساس ہونے لگتا ہے کہ شاید کوئی مخفی طاقت اس عوامی مایوسی میں اضافہ

چاہتی ہے۔ ظالم حکومت سے نجات پر شکر کے احساسات قدم قدم پر سننے کو ملتے ہیں لیکن بعض اوقات اظہار مایوسی بھی ہونے لگتا ہے۔

ہماری خواہش تھی کہ اخوان کے کسی اشاعتی ادارے کو دیکھنے کا موقع بھی مل جائے تاکہ تحریکی بالخصوص اخوان کا لٹریچر خریدا جاسکے۔ ایک روز اس کا موقع مل گیا۔ اخوان کے مرکز میں ذمہ داران سے تفصیلی ملاقاتوں کے بعد محترم امیر جماعت اور محترم قیم جماعت کو کمرے میں پہنچا کر اخوان کے ایک ساتھی کے ہمراہ، اخوان کے اشاعتی ادارے دار النشر والتوزیع جانے کا پروگرام بن گیا۔ اخوانی ساتھی کا نام بدر تھا جو خود بھی ایک کامیاب تجارتی ادارہ چلا رہا ہے۔ اس نے مشورہ دیا کہ وہ بہت مصروف علاقہ ہے، رش سے بچنے کے لیے ٹیکسی پر چلا جائے تو مناسب ہوگا اور آتے جاتے ٹیکسی کی سواری میں بھی ملک میں آنے والی بڑی تبدیلی، لیکن روز بروز بڑھتی عوامی پریشانی کا عملی مشاہدہ ہوا۔ جاتے ہوئے ٹیکسی میں سوار ہوئے تو ڈرائیور نے دونوں اگلی سیٹوں کی پشت پر دو جاذب نظر پردے لٹکائے ہوئے تھے، جن پر چار بڑے سائز کی جیبیں بنی ہوئی تھیں اور ان چاروں میں ایک اشاعتی ادارے کی طرف سے مختلف کتابیں رکھی تھیں۔ ہر کتاب میں ایک کارڈ رکھا تھا۔ جس پر ایک سروے کے مختصر سوالات تھے کہ آپ کو دوران سفر کتنے وقت کے لیے یہ کتاب پڑھنے کا موقع ملا؟ کتاب کیسی لگی؟ وغیرہ۔ ہم نے ڈرائیور اور اس اشاعتی ادارے کی تحسین کی اور کہا: کوشش کریں کہ اچھی اور معیاری کتابیں رکھیں۔ ڈرائیور نظامِ جبر سے نجات ملنے پر اظہارِ خوشی کرتے ہوئے کہنے لگا جس نے بھی یہ کتب اور یہ اسلوب دیکھا ہے اس نے مسرت کا اظہار کیا ہے۔ ہم نے مکتبے میں تقریباً چار گھنٹے گزارے۔ درجنوں نئی کتب مل گئیں۔

ساتھ ہی ایک اور حیرت انگیز منظر بھی ملاحظہ کرتے جایئے۔ اخوان کے مکتبے کے بارے میں بدر نے بتایا تھا کہ حسنی مبارک انتظامیہ نے گزشتہ کئی سال سے اخوان کی کتب اور اس کے اشاعتی ادارے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ چند روز قبل ہی اس سے پابندی ختم ہوئی ہے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو تین کمروں میں فرش سے چھت تک لگی الماریوں میں لاتعداد کتب سجی تھیں۔ کچھ بالکل نئی تھیں اور اکثر قدرے پرانی لگ رہی تھیں۔ کتابیں دیکھتے اور گوہرِ مقصود تلاش کرتے کرتے نماز کا وقت ہوگیا۔ مکتبے کے ساتھی نے ایک گوشے میں واقع چھوٹے سے کچن ہی سے وضو تازہ کرنے کا

کہا۔ وہاں پانی فرش پر بہہ رہا تھا۔ اخوانی ساتھی بدر نے توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ کم از کم پانی کی نکاسی کا انتظام تو درست ہونا چاہیے۔ مکتبے کا ذمہ دار معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا: حکومت نے ہم پر پابندی لگاتے ہوئے یہ مکتبہ اپنی تمام کتب سمیت گذشتہ کئی سال سے سیل بند کردیا تھا۔ اس دوران چوہے اس باورچی خانے کے پائپ تک کتر گئے۔ پھر خود ہی کہنے لگا کہ اللہ کا یہ فضل وکرم دیکھیے کہ سالہا سال بند پڑے رہنے کے دوران چوہے کئی چیزیں کتر گئے لیکن ہماری ہزاروں کتابوں میں سے کسی ایک بھی کتاب کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، دیمک تک نے بھی کچھ نہیں چاٹا۔ سبحان اللہ اور الحمدللہ کہتے ہوئے وہاں موجود سب افراد نے یہ سن کر اللہ پر ایمان بڑھتا ہوا محسوس کیا۔

اخوان کے نائب مرشدین عام نے اخوان کے نظامِ دعوت و تربیت کے بارے میں تفاصیل بتائیں تو امام حسن البنا کے صدقہ جاریہ اور اخوان کے کام کی وسعت کا اندازہ ہوا۔ اخوان کے سب سے بزرگ نائب مرشد عام جمعہ امین خواتین کے کام کی تفصیل بتا رہے تھے کہ الحمدللہ ہماری بہنیں الاخوات المسلمات مردوں سے بھی زیادہ فعالیت سے کام کرتی ہیں۔ ان کی الگ سے کوئی تنظیم نہیں ہے۔ مرد حضرات پورے کام کی نگرانی کرتے ہیں، لیکن اپنی تمام تر سرگرمیاں وہ خود کرتی ہیں۔ جناب جمعہ امین کہہ رہے تھے کہ حسنی مبارک کے جابرانہ نظام میں اخوان سے وابستگی کی کم از کم سزا کئی سال کی قید ہوتی تھی، لیکن ہم نے تہیہ کیے رکھا کہ اپنی کسی بہن کو گرفتار نہیں ہونے دینا ہے اور الحمدللہ ہم مجموعی طور پر اس میں کامیاب رہے۔

دوسرے نائب مرشد عام محمود عزت نے بتایا کہ بچوں، بچیوں، نوجوانوں، خواتین اور مردوں کے لیے ایک مربوط تحریکی نصاب طے ہے۔ بعدازاں اخوان کے مکتبے سے جو بہت سی قیمتی کتابیں دستیاب ہوئیں ان میں اہم ترین کتب ان کے نصاب سے متعلّق تھیں۔ علما و محققین کی مختلف ٹیموں نے یہ نصاب بہت محنت سے تیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر فی نور الاسلام کتاب ملاحظہ کیجیے۔ چار جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ان کے کارکنان کے لیے اولیں مرحلہ ہے۔ ہر جِلد کا پہلا نصف قرآن کریم اور دوسرا احادیث نبویؐ پر مشتمل ہے۔ اس کا اسلوب خالصتاً تدریسی و تربیتی ہے۔ آیات کی مختصر تشریح کے علاوہ ہر آیت سے حاصل ہونے والے اسباق اور اس کی روشنی میں عمل کی راہیں واضح کی گئی ہیں۔ کتاب تیار کرنے والوں نے استاد و مربی اور طالب علم یا زیرتربیت افراد

کے لیے بھی الگ ہدایات دی ہیں کہ وہ کیسے ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکتے ہیں۔ فی ریاض الجنۃ کے عنوان سے آٹھ جِلدوں اور مسلم خاتون کی ایمانی و دعوتی تربیت کے نام سے دو جِلدوں پر مشتمل لٹریچر خصوصی طور پر خواتین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اپنی اصلاح، بچوں کی تربیت اور اہلِ خانہ کے حقوق و فرائض سمیت ہر گوشۂ حیات میں رہنمائی کرتا ہے۔ الرشاد کے نام سے گیارہ اجزا پر مشتمل نصاب بچوں کے لیے ہے۔ رنگوں، تصاویر اور اہم واقعات کی مدد سے تیار کتابچے بچوں کو بھی آغازِ حیات ہی سے اپنے رب کی پہچان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، جنت کے شوق اور قرآن کریم کی تعلیمات سے روشناس کر دیتے ہیں۔

صرف مطالعہ لٹریچر ہی نہیں، ہر مرحلے پر عملی تربیت اخوان سے وابستہ ہر شخص کو کندن بنانے میں مدد دیتی ہے۔ اخوان کے ذمہ داران نے بتایا کہ ہمارے تربیتی نظام میں اسرہ جات کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر ہر کارکن خواہ وہ کسی بھی ذمہ داری پر پہنچ جائے، ہمیشہ ایک اسرے کا رکن رہتا ہے۔ ایک اسرے کے تمام افراد باہم محبت اور تعلّق میں ماں جائے افرادِ خانہ سے بھی زیادہ آگے بڑھے ہوتے ہیں۔ ان اسرہ جات میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور ان کے نقیب (ذمہ دار) میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد کے مابین یگانگت پیدا ہوسکے۔

اخوان کے تیسرے نائب مرشدعام انجینیر خیرت الشاطر جماعت کی اقتصادی سرگرمیوں کے ذمہ دار ہیں۔ یہ بھی اپنی ذات میں ایک منفرد انسان ہیں۔ تجارت اور اقتصادیات کے بڑے ماہر، انتہائی منکسر المزاج ارب پتی ہستی۔ انھوں نے ۱۹۹۰ء میں پورے مشرق وسطی میں سلسبیل کے نام سے پہلی کمپیوٹر کمپنی قائم کی۔ ۱۹۹۵ء میں اِن کی سات کمپنیاں تشکیل پاچکی تھیں اور یہ اندازہ لگایا جارہا تھا کہ سلسبیل عالمی سطح کی کمپنی بن جائے گی۔ ۱۹۹۵ء میں انھیں گرفتار کرلیا گیا اور ان کی ساتوں کمپنیاں ضبط کرلی گئیں۔ ارب پتی شخصیت مکمل طور پر قلاش ہوگئی۔ الزام صرف یہ تھا کہ یہ اخوان کو مالی امداد دیتا ہے۔ پانچ سال جیل میں رہے، رہائی ملی تو دوبارہ کاروبار شروع کردیا۔ ۲۰۰۲ء میں پھر گرفتار کرلیا گیا۔ ۲۰۰۳ء میں رہائی ملی، کاروبار دوبارہ شروع کیا۔ ۲۰۰۵ء میں دوبارہ گرفتار کرلیا گیا، ساری جایداد ضبط کرلی گئی اور پھر حسنی مبارک کے بعد ہی رہائی نصیب ہوئی۔ خیرت الشاطر کی سات بیٹیاں ہیں، سب کی شادی ہوگئی، لیکن کسی بیٹی کو بھی رخصتی کے وقت باپ

کے سینے سے لگنا نصیب نہ ہوا۔ جیل ہی سے دُعاؤں کے پھول نچھاور کرتے ہوئے بیٹیوں کو رخصت کیا۔ آپ انجینیر خیرت سے ملیں، تو آپ کو بڑھاپے کی سرحدوں کو چھوتے، لمبے تڑنگے، سابق ارب پتی سے زیادہ مطمئن اور شاداں شخص شاید کوئی نہ ملے۔

اسلامی تحریکوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کے جس وسیع تر تصور سے روشناس کیا ہے اخوان کی سرگرمیاں اس کا بھرپور پرتو ہیں۔ مصری سیاست کے میدان میں وہ اس وقت سب سے بڑی قوت ہیں۔ ان کی قوت ہی سے خوف زدہ ہوکر کچھ طاقتیں انتخابات ملتوی کرنا چاہتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ شب و روز ان کی طاقت کو اپنوں اور غیروں کے سامنے ایک ہوّا بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ قاہرہ پہنچنے کے اگلے روز اخبارات خریدے تو ایک اخبار کی جلی سرخی تھی: ''انتخاب اخوان کی جیب میں''۔ ساتھ مرشد عام کی تصویر لگی تھی۔ دیکھنے والا پہلی نظر میں سمجھتا ہے کہ یہ شاید مرشد عام کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے ہر پڑھنے والے کے ذہن میں اخوان اور مرشد عام کے بارے میں منفی تاثر اُبھرتا ہے، لیکن درحقیقت یہ اخبار کا اپنا تبصرہ ہے جس کے ذریعے معاشرے کو اخوان سے خوف زدہ کرنا مطلوب ہے۔ حسنی مبارک کے خلاف اخوان کے ۵۵/ارکان نے جان کا نذرانہ پیش کیا۔ ان میں سے ہر کارکن کا واقعۂ شہادت ایک مکمل داستان ہے۔ اخوان کے ایک ذمہ دار بتا رہے تھے کہ حسنی مبارک کے پورے دور میں ہم جب بھی کسی مظاہرے یا جلسے جلوس کے لیے گھر سے نکلتے تو دل میں یہ احساس لے کر نکلتے تھے کہ شاید آج آخری بار گھر کی دہلیز سے باہر قدم رکھ رہے ہیں۔ نکلنے سے پہلے اپنی آخری وصیّت لکھ کر گھر میں چھوڑ کر آتے تھے۔ اس پورے عمل کا نمایاں ترین اثر ہر کارکن کی زندگی پر یہ ہوتا کہ وہ ہمیشہ اپنی آخرت پر نگاہ رکھتا۔

صرف دعوت و تربیت اور سیاست ہی نہیں، اصلاح و خدمت کا کوئی بھی پہلو اخوان کے دائرہ عمل سے خارج نہیں ہے۔ آیئے اخوان کی ویب سائٹ پر آج کی تاریخ میں نشر ہونے والی سرگرمیوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ استقبال رمضان کے متعدد پروگرام، مختلف علاقوں میں فری میڈیکل کیمپ، 'آزادی کی راہ' کے شعار کے تحت شجرکاری کی مہم، پرانے کپڑوں اور رمضان کی ضروریات فروخت کرنے کے لیے اخوان کے زیراہتمام سستا بازار۔ طویل عرصے سے خراب پڑی علاقے کی سٹریٹ لائٹوں کی مرمت وغیرہ۔ ایک انتہائی منفرد سرگرمی یہ ملاحظہ کیجیے کہ اخوان نے

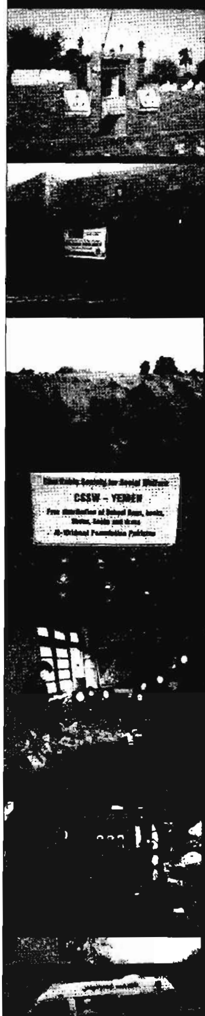
معاشرے میں صلح کروانے اور اختلافات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے ملک بھر میں مصالحتی کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔ ان کمیٹیوں کے ارکان جنھیں آپ غیر سرکاری جج کہہ سکتے ہیں، متعین کرنے سے پہلے انھیں باقاعدہ دوسالہ کورس کروایا جاتا ہے۔ 'مدارس الصلح' کے نام سے ان اسکولوں میں وراثت، شادی بیاہ کے مسائل، نکاح و طلاق کے احکام اور تعزیرات وقوانین جیسے ۱۶ موضوعات باقاعدہ پڑھائے جاتے ہیں۔ ۳ جولائی کو اخوان کے مرکز میں مدارس الصلح کا پانچواں جلسہ تقسیم اسناد تھا، جس میں ۱۲۵/افراد فارغ التحصیل ہوئے۔ اخوان کے ذمہ داران کا اس بارے میں کہنا ہے کہ ملک میں ۸۰ لاکھ مقدمات ایسے ہیں کہ ان کا فیصلہ ہو چکا ہے لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ ۲ کروڑ مقدمات تو ابھی تک سنے ہی نہیں جاسکے۔ ایسے میں یہ ایک اہم خدمت ہے کہ لوگوں کے اختلافات کو باہمی رضامندی سے عدالت سے باہر ہی مصالحت کے ذریعے طے ہو جائیں اور یہ مصالحتی نظام معاشرے کا حصہ بن جائے۔

اسی طرح کی ایک اور خدمت سے ہمیں اس وقت آگاہی ہوئی جب ہمارے میزبان ہمیں دریاے نیل میں کھڑے ایک بڑے سمندری جہاز میں قائم ریستوران میں کھانا کھلانے لے گئے۔ آرڈر دیتے ہوئے ہمارے میزبان نے بیرے سے پوچھا کیا آپ کا ریسٹورنٹ 'غذائی بنک' کا رکن ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو میزبان نے بتایا کہ اگر خدانخواستہ کھانا بچ بھی گیا تو فکر نہ کریں۔ یہ اسے الگ الگ محفوظ کرلیں گے، بعد میں غذائی بنک والے ان سے لے کر، مختلف علاقوں میں مستحق ومحتاج افراد میں تقسیم کر دیں گے۔

مصری معاشرے کی لاتعداد خوبیوں کے ساتھ ساتھ کئی پہلو تکلیف دہ بھی تھے۔ معاشرتی تفاوت تمام مسلم ملکوں کی طرح مصر میں بھی انتہا تک پہنچا ہوا ہے۔ مصر کی آبادی ۸ کروڑ ہے جس کی ایک چوتھائی صرف قاہرہ ہی میں رہتی ہے۔ ہمارا ڈرائیور بعض اوقات رش سے بچنے کے لیے قاہرہ کی تنگ گلیوں اور اندرونی علاقوں میں لے جاتا تو وہاں لوگوں کی غربت کے آثار بھی عروج پر دکھائی دیتے لیکن دوسری طرف قاہرہ کے مضافات ہی میں ایسی ایسی رہایشی اسکیمیں ہیں کہ وہ قاہرہ کے بجاے کسی یورپی ملک کا حصہ دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے علاقوں میں داخلے کے لیے شناختی کارڈ کا اندراج کروانا پڑتا ہے۔

مصر میں قبطی مسیحیوں کا تناسب چھے سے آٹھ فی صد ہے۔ ۲۵، ۳۰ لاکھ ووٹوں کی طاقت رکھنے کے باوجود منتشر ہیں۔ اخوان کے ذمہ داران بتا رہے تھے کہ ہماری کوشش ہے کہ پارلیمنٹ میں مسیحیوں کی بھی مناسب نمایندگی ہوجائے تاکہ ملک میں مسلم مسیحی فسادات کا دروازہ بند کیا جاسکے۔ حسنی مبارک کے بعد لوگوں کے سامنے یہ حقائق بھی آچکے ہیں کہ حسنی مبارک کا وزیرداخلہ ایک چرچ کے باہر دھماکے میں ملوث تھا۔ اس وقت اسے خودکش حملہ اور القاعدہ کی کارروائی قرار دے کر مسیحی مسلم فسادات بھی شروع کراو دیے گئے تھے لیکن اب بلّی تھیلے سے باہر آچکی ہے، وزیرداخلہ 'اندر' جاچکا ہے۔ ایک مقدمے میں سزا بھی ہوچکی ہے، لیکن میدان التحریر میں قتلِ عام سمیت بہت سارے مقدمات کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ عوام میں پائی جانے والی بے چینی کا ایک سبب حسنی مبارک اور اس کے بیٹوں سمیت سابق وزرا اور سرکاری گماشتوں سمیت مجرموں کو سزا نہ ملنا بھی ہے۔

بہت سے لوگ اس بنیاد پر دوبارہ میدان التحریر میں جمع ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ اسی طرح کے ایک مظاہرے کے دوران بعض فتنہ پرور عناصر کے ذریعے ہنگامہ آرائی اور کشت و خون بھی کروایا گیا ہے۔ اخوان اور ان کی سیاسی جماعت فریڈم اینڈ جسٹس پارٹی ان پورے مظاہروں میں شریک نہیں ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ ریفرنڈم کے نتائج دوٹوک اور نقشۂ کار واضح ہے۔ ہم حکومت کو موقع دینا چاہتے ہیں کہ پوری یکسوئی سے انتخاب کروائے۔ اس لیے ہم فی الحال کسی احتجاجی تحریک میں شریک نہیں ہوں گے۔ البتہ اگر حکومت نے اس پورے نقشۂ کار میں کوئی تبدیلی کرنے کی کوشش کی تو ہم پھر پوری قوت سے میدان التحریر میں اُتریں گے۔ اخوان کے سیکرٹری جنرل نے حال ہی میں ایک بیان جاری کیا ہے کہ انتخابات ملتوی ہونے کی افواہیں پھیلائی جارہی ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم جمعہ ۲۹ جولائی کو پھر میدان التحریر میں ملین مارچ کی اپیل کرسکتے ہیں۔ اخوان کا تازہ بیان اور میدان التحریر کی فقید المثال تاریخ اس بات کا اعلان ہے کہ عوام نے اپنی بیش بہا قربانیوں سے جو آزادی حاصل کی ہے وہ اب کسی قیمت پر اس سے محرومی گوارا نہیں کریں گے۔


CSSW - YEMEN

رسائل و مسائل

نماز میں خیالات کا آنا

سوال: نماز پڑھنے کے دوران کئی قسم کے خیالات دل میں آ جاتے ہیں اور بعض اوقات نماز میں بھول بھی ہو جاتی ہے۔ براہِ مہربانی اس کا علاج تجویز فرمائیے۔

جواب: خیالات اور وساوس کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں ہے کہ آپ کی توجہ اللہ کی طرف بڑھتی چلی جائے۔ اللہ کی طرف توجہ بڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی توجہ اور تفقہ سے قرآن پڑھے، صحبت صالح اختیار کرے اور دین کے کاموں میں اپنا دل لگائے۔

یہ وہ ذرائع ہیں جن سے اللہ کی طرف توجہ بڑھتی ہے۔ نتیجتاً اس کا اثر نماز میں بھی محسوس ہوتا ہے اور وساوس کا ہجوم رفتہ رفتہ کم ہونے لگتا ہے۔ یاد رکھیے نماز انسان کی وہ حالت ہے جو شیطان کو سب سے زیادہ ناگوار ہے۔ یہی سبب ہے کہ آدمی کی اس حالت میں اس کا حملہ سب سے زیادہ زوردار ہوتا ہے۔ وہ آدمی کی توجہ ہٹانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اب آدمی کا فرض ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کرے اور توجہ کو اللہ کی طرف قائم رکھنے کی پوری کوشش کرے، اور یہ کوشش نیم دلانہ یا وقتی نہیں ہونی چاہیے بلکہ جہدِ مسلسل ہونی چاہیے۔ آدمی کے لیے دنیا میں ہر وقت جدوجہد ہے اور نماز اس سے مستثنیٰ نہیں۔ یہاں بھی ویسی ہی کوشش کی ضرورت ہے جیسی کہ زندگی کے دیگر میدانوں میں ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اگر کچھ خیال بے ارادہ آ جاتے ہیں تو وہ معاف ہیں۔ لیکن انھیں قصداً نہیں لانا چاہیے، اور نہ ان سے کھیلنے لگ جانا چاہیے۔ آپ کی تمام تر کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اگر وہ آئیں تو ان کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ وساوس سے توجہ ہٹانے کی ایک اور کامیاب صورت یہ ہے کہ آپ معانیِ نماز پر توجہ مبذول رکھیں۔ یہ کہ میں زبان سے کیا کہہ رہا ہوں اور کیا پڑھ رہا ہوں۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، استفسارات، جلد اوّل، ص ۲۰۲-۲۰۳)

ترتیل قرآن کے آداب

س: آپ نے ترتیل کا مفہوم بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے کہ قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر اور سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہیے۔ ہم لوگ جو خلافِ ترتیل پڑھنے کے عادی ہوگئے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے، اس کا کچھ گناہ تو نہیں ہے؟

ج: میرا خیال یہ ہے کہ خلافِ ترتیل پڑھنے کی وجہ بے سمجھے قرآن پڑھنا ہے۔ اگر آدمی قرآن سمجھ کر پڑھے تو مارا مار پڑھ ہی نہیں سکتا۔ جب وہ بے سمجھے پڑھتا ہے تو پھر رواں دواں پڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کی توجہ اس طرف ہوتی ہی نہیں کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ اس طرح کے پڑھنے والے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً قرآن مجید میں کسی جگہ جملہ استفہامیہ آیا ہے اور وہ اسے اس طرح سے پڑھ رہا ہے کہ گویا اس میں کوئی استفہام نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے ذہن میں یہ بات ہی نہیں آئی ہے کہ وہ کیا چیز پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ اگر وہ عبارت کو سمجھ کر پڑھ رہا ہوتا تو استفہامیہ جملے کو استفہام کے انداز میں پڑھتا۔ اس طرح سے بعض مواقع پر آپ دیکھیں گے کہ ذکر عذاب کا ہوتا ہے اور وہ اسے اس طرح سے پڑھ رہا ہوتا ہے کہ گویا بشارتیں ہو رہی ہیں۔ اس پر کوئی رعب اور خوف طاری نہیں ہوتا تو دراصل یہ سب کچھ بے سمجھے پڑھنے کے نتیجے ہیں۔ ورنہ ایک آدمی بہت تیز اور رواں دواں نہیں پڑھ سکتا اور نہ کبھی اس طرح سے پڑھ سکتا ہے کہ جیسے اس کا دل اس کلام سے سرے سے متاثر ہی نہیں رہا۔

پھر ایک چیز مصنوعی ترتیل بھی ہے کہ آدمی پڑھ تو رہا ہے بے سمجھے لیکن اسے گا گا کر پڑھتا ہے۔ ایک فقرہ کہتا ہے اور پھر منٹوں سانس لیتا رہتا ہے۔ اس چیز کا نام بھی ترتیل نہیں ہے۔ ترتیل اس چیز کا نام ہے کہ ایک ایک لفظ کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہوئے پڑھا جائے نہ یہ کہ آدمی ایک جملہ پڑھ کر کئی کئی منٹ تک سانس لیتا رہے۔ اس سے غنا کا لطف تو باقی رہ جاتا ہے لیکن کلام کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک آیت میں ایک بڑا اہم مضمون بیان ہو رہا ہے۔ لیکن طویل وقفے کی وجہ سے آگے کا مضمون آ نہیں رہا۔ اب آگے کے مضمون سے جب تک اس کا تعلّق جڑے گا نہیں، اس وقت تک اس کی معنویت اور تاثیر اُجاگر نہیں ہوتی۔ یہ چیز بھی ترتیل کے آداب کے خلاف ہے۔

(ا-م، ایضاً، ص ۱۱۲-۱۱۳)

قرآن کا پڑھ کر بھول جانا

س: ایک حدیث میں قرآن پڑھ کر بھول جانے پر یہ وعید آئی ہے کہ ایسا شخص قیامت کے روز کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ اُٹھے گا۔ کیا اس وعید کا اطلاق چند آیتوں یا ایک سورت بھول جانے پر بھی ہوتا ہے؟

ج: جس حدیث میں یہ بات آئی ہے وہاں اس سے وہ بھولنا مراد نہیں ہے جو نسیان کی وجہ سے ہو، بلکہ اس سے وہ بھولنا مراد ہے جو غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے ہو۔ مثلاً ایک شخص کو قرآنِ مجید کی کچھ سورتیں اور نماز یاد کرائی گئی۔ بعد میں اس نے نماز بھی چھوڑ دی اور قرآن بھی چھوڑ دیا۔ پھر اُسے کبھی اس بات کا خیال تک نہ آیا کہ قرآن پڑھے۔ رفتہ رفتہ سب کچھ بھول گیا۔ یہاں تک کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ بھی یاد نہ رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کو متعدد ایسے لوگ ملیں گے کہ اگر انھیں فی الواقع نماز پڑھنے کے لیے کھڑا کر دیا جائے تو بچارے گرفتارِ بلا ہوجاتے ہیں۔ نہ تو انھیں سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے اور نہ سورۂ اخلاص۔ یہاں تک کہ انھیں یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ نماز کی ترتیب کیا ہوتی ہے اور اس میں کیا کچھ پڑھا جاتا ہے۔ دراصل یہ وہ بھولنا ہے جس پر مذکورہ حدیث میں وعید بیان ہوئی ہے۔ (ا-م، ایضاً، ص۹۹)

ذہنی یکسوئی

س: یک سوئی کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ میں نماز پڑھتا ہوں یا مطالعہ کرتا ہوں تو ذہن کو یکسوئی سے محروم پاتا ہوں۔ یہ مقصد کس طرح حاصل کروں؟

ج: اس مقصد کے لیے اپنی قوتِ ارادی سے کام لیجیے۔ بار بار شکست ہو تو بار بار کوشش کیجیے لیکن ہمت نہ ہاریئے اور نہ جدوجہد کو ترک کیجیے۔ نماز پڑھیں تو یہ سمجھ کر پڑھیں کہ آپ محض چند رَٹے ہوئے الفاظ نہیں دُہرا رہے ہیں بلکہ اپنے خالق کے حضور کھڑے ہیں اور اس سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح آپ مطالعہ کریں تو وہ متفرق موضوعات کا اور متفرق قسم کا مطالعہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ systematic مطالعہ کریں اور اپنے مقصدِ حیات کو متعین کر کے مطالعہ کریں۔ ان شاءاللہ آپ یکسوئی کی نعمت حاصل کرلیں گے۔ (ا-م، ایضاً، ص۱۶۰)

کتاب نما

القرآن الکریم، بحثیت لازمی نصابی کتاب، مرتب: شیخ عرض محمد، ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر وقار احمد زبیری۔ ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈیمی، ۳۵-ڈی، بلاک ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ فون: ۰۲۱-۳۶۳۹۸۴۰۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: ندارد۔

اسلامی نظامِ تعلیم میں قرآن مجید کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید کو ہر سطح پر لازمی نصاب کے طور پر پڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ و طالبات جب تعلیمی مراحل سے فارغ ہوں تو انھیں قرآن کا فہم و شعور اور اس کی بنیادی تعلیمات سے مناسب آگاہی حاصل ہوچکی ہو۔ اسی ضرورت کے تحت زیرِنظر کتاب مرتب کی گئی ہے۔

شیخ عرض محمد بنیادی طور پر انجینیر ہیں لیکن دل دردمند رکھتے ہیں۔ انھوں نے قرآن مجید کی تعلیمات پر مبنی اس درسی کتاب کی تیاری کے لیے کم و بیش ۱۸ سال تحقیق کی۔ ڈاکٹر زبیری نے اسے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اس کی تدریس کا طریق کار بھی سہل اور عام فہم ہے۔ ہر رکوع کی تلاوت اور ترجمے کے بعد صرف دو سوالوں کے ذریعے طلبہ و طالبات کو قرآنی تعلیمات کا فہم دیا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح سے قرآن پاک کے نصاب کی آؤٹ لائن ہے۔ اس میں گریڈ I سے گریڈ III تک کے طلبہ کے لیے اساتذہ اور والدین کو کچھ ہدایات دی گئی ہیں، جب کہ دیگر جماعتوں اور سائنس گریجویٹس کے لیے قرآن پاک کی سورتوں کو نظام الاوقات دے کر تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر رکوع کے آخر میں جائزے اور فیڈ بیک کے لیے دو سوالات دیے گئے ہیں۔ مرتب کے خیال میں قرآن فہمی کے لیے طلبہ کو مادری زبان ہی میں تعلیم دینی چاہیے اور بہتر ہے کہ تلاوتِ قرآن کے لیے کیسٹ یا سی ڈی استعمال کی جائے۔ اگر گھروں میں اس کتاب کا ایک تسلسل سے اجتماعی مطالعہ کیا جائے تو قرآن فہمی اور قرآنی تعلیمات کا شعور ایک بڑے دائرے میں بآسانی عام کیا جاسکتا ہے۔

ضرورت ترجیح کے تعیّن اور سنجیدگی سے اس کے لیے کوشش کرنے کی ہے۔ (عبداللہ شاہ ہاشمی)

اسماء النبیؐ، جلد اوّل، '**پیراہنِ شعر میں**' جلد دوم: '**صدف ضمائر میں**'، ابوالامتیاز ع س مسلم۔ ناشر: القمر انٹر پرائزز، رحمٰن مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات اوّل: ۵۵۰، دوم: ۴۲۰۔ قیمت اوّل: ۱۲۵۰ روپے، دوم: ۱۰۵۰ روپے۔

معروف شاعر، ادیب، محقق اور صحیفہ نگار ابوالامتیاز عبدالستار مسلم صاحب کی متعدد تصنیفاتِ منظوم و منثور پر ان صفحات میں تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ دو جِلدوں پر مشتمل ان کی زیرنظر نئی تالیف ان کے زرخیز ذہن، غیرمعمولی شعری صلاحیتوں اور ان کے ذخیرۂ شعر و نعت کے حیرت انگیز تنوع پر مہرتصدیق ثبت کرتی ہے۔ مسلم صاحب کے چار نعتیہ مجموعوں (زبور نعت، زمزمۂ سلام، زمزمۂ درود، کاروانِ حرم) میں جتنے کچھ شعر موجود ہیں، ان سب کو یا بیش تر کو اسماء النبیؐ کے حوالے سے الف بائی ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ اسماء النبیؐ میں فقط آں حضورؐ کے معروف ۹۹ ذاتی یا صفاتی نام ہی نہیں بلکہ آپؐ کے لیے مستعمل گوناگوں تراکیب بھی شعروں میں استعمال کی گئی ہیں، جیسے: آرامِ جاں، آسرا ہمارا، پیشواے دوجہاں، صیقلِ فکروشعور، متاعِ دین و ایماں، نورِ بصر وغیرہ۔

پہلی جِلد میں مذکورہ بالا چار مجموعوں سے ۴۵۶۵ شعر منتخب کیے گئے جن میں اسماء النبیؐ کی تعداد ساڑھے تین تا چار ہزار ہے۔ اسماء اور صفات کے علاوہ 'اشعار کی ایک بہت بڑی تعداد میں آپؐ کا ذکر یا آپؐ سے استغاثہ اسماے ضمائر (مثلاً: اس، ان، انھیں، وہ، وہی، تو، تم، تیرا، تمھیں) جیسے الفاظ میں ہوا ہے (جلد اوّل، ص ۱۷)۔ ان کے حوالے سے دوسری جِلد صدفِ ضمائر میں کے عنوان سے مرتب کی گئی ہے۔ قدیم و جدید شاعری میں اور خاص طور پر نعتیہ شاعری میں اسم ضمیر کے استعمال کی بہت عمدہ اور بامعنی مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ اس جِلد میں بقول ریاض مجید: ''مسلم صاحب نے اپنی نعتیہ کتابوں میں سے ان ضمیروں کے محلِ استعمال کے نمونوں کی جمع آوری کی ہے جو مطالعاتِ نعت میں ایک منفرد اور معتبر کام ہے'' (ص ۲۹، جلد دوم)۔ اس جِلد میں ۳۷۰۵ اشعار یک جا کیے گئے ہیں۔ ضمائر کی تعداد ۴۵ ہے۔

دونوں جِلدوں پر مصنف کے علاوہ پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم، پروفیسر ریاض مجید،

بشیر حسین ناظم اور ڈاکٹر عاصی کرنالی کے دیباچے اور تقاریظ شامل ہیں۔ یہ تحریریں موضوع کی وضاحت بڑی عمدگی سے کرتی ہیں اور ان سب نے ابوالامتیاز صاحب کو ان کی فن کارانہ اور فن شعر میں ان کی استادانہ مہارت پر خراجِ عقیدت بھی پیش کیا ہے۔

مصنف کی سابقہ کتابوں کی طرح یہ دونوں جِلدیں بھی کتابت، طباعت اور ترتیب و تدوین کے لحاظ سے ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہیں، البتہ قیمتیں زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ (رفیع الدین ہاشمی)

۱- **جھلمل**، ۲-**جگمگ**، ۳- **رم جھم**، ناعمہ صہیب۔ ملنے کا پتا: نوید سحر ٹرسٹ، گبول گوٹھ، نزد پٹیل ہسپتال، گلشن اقبال، کراچی- ۷۵۳۰۰۔ فون: ۰۳۰۰-۲۶۹۸۳۷۶۔ صفحات: ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۱۷۔ قیمت: ۲۰۰، ۲۰۰، ۲۵۰ روپے۔ **جھلمل ورک بک**، صفحات ۱۲۵۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ **جگمگ ورک بک**، صفحات: ۱۴۶۔ قیمت: ۱۳۰۔ [منشورات لاہور سے دستیاب]

بڑے، بچوں کے لیے چیزیں تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی بہت اچھی چیز مل جاتی ہے تو بچوں کی طرح خوش ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت تبصرہ نگار کی ہے۔

جھل مل، جگمگ اور رم جھم کچھ ایسی ہی چیزیں ہیں (ایک نہیں، تین تین، یعنی خوشی دوبالا نہیں بلکہ سہ بالا) جن کے لیے خوب صورت کا رسمی لفظ کفایت نہیں کرتا، حسین! نہیں، چندے آفتاب، چندے ماہتاب۔ ہر صفحہ ایک سینری ہے، کیا خوب ہے کہ بس، نظر بد دور! دبیز آرٹ پیپر پر خوش نما رنگین طباعت۔ طباعت کی باریکی ملاحظہ کریں کہ پیلا، لال، ہرا، سفید، کاسنی، نارنجی، سرمئی، الفاظ اسی رنگ میں لکھے گئے ہیں، یعنی پیلا پیلے رنگ میں...... (ص ۷۸، جھلمل)۔ اسی طرح دھنک لفظ کئی رنگوں میں (ص ۷۶، جھلمل)۔ یہ تو ہوا ظاہر، باطن کی طرف آئیں تو ناعمہ صہیب نے کیا خوب کام کیا ہے کہ بس واہ واہ، اللہ ان کے لیے جنت میں اپنے قریب محل بنائے! اور ڈیزائنر فرحان حنیف، مہ جبیں قرشی اور صبا نقوی کی کتنی تحسین کی جائے کہ انھوں نے ہر صفحے پر زندگی بکھیر دی ہے۔

ان تینوں کتابوں کو محض کہانیوں کی کتابیں کہنا زیادتی ہوگا۔ سب سے اہم بات اور خوشی کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ شعوری طور پر مرتب کی گئی تعلیم و تربیت کی کتابیں ہیں جن میں نہایت مہارت سے، دلنشین اسلوب میں، آسان زبان میں مخاطب کی عمر اور معیارِ فہم کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلامی عقائد،

اقدار، اخلاق اور معاشرت کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ پہلی، چھے سے آٹھ سال، دوسری سات سے نو سال اور تیسری ۱۰ سے ۱۲ سال تک کے بچے اور بچیوں کے لیے ہے۔

جھلمل میں ۱۱/ابواب میں ۳۱، جگمگ میں ۱۲/ابواب میں ۲۸، اور رم جھم میں ۱۰/ابواب میں ۲۸ کہانیاں یا سبق ہیں۔ اسماے حسنیٰ کے عنوان سے آٹھ مضامین ہیں لیکن اس طرح کہ 'کوئی دیکھ رہا ہے' کے عنوان سے 'السمیع البصیر' کے تعارف کے لیے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں دودھ میں پانی ملانے سے انکار کرنے والی بچی کا قصہ ہے جسے حضرت عمرؓ نے اپنی بہو بنایا، جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نانی بنیں۔ انبیا کے ۱۲ قصص میں دل چسپ انداز میں کشتی کا سفر، خطرناک آندھی، عجیب اُونٹنی اور بے ایمان تاجر کے عنوان سے حضرت نوحؑ، قومِ عاد، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ سیرتِ پاکؐ کے واقعات ہر کتاب میں مختلف عنوانات سے آگئے ہیں۔ آخری نبیؐ (ص ۲۹-۴۳، رم جھم) میں زندگی بھر کے مختصر حالات ہیں۔

ان کتابوں میں نظمیں بھی ہیں، حمد و نعت بھی۔ 'یہ گھر وہ گھر' (ص ۱۲۸-۱۳۳، جگمگ) میں زاہد کے گھر میں سخت بدانتظامی ہے، اور عمار کے گھر میں سلیقہ ہی سلیقہ۔ 'پھلوں کا مشاعرہ' صوفی غلام مصطفیٰ کی پہیلی سے ماخوذ ہے (ص ۴۷-۵۷، جگمگ)۔ علامہ اقبال کی پرندے کی فریاد اور ہمدردی بھی شامل ہیں اور خواجہ عابد نظامی کی 'محنت میں برکت'۔ (ص ۶۴، ۱۰۴، ۱۱۵، رم جھم)

آداب کے حوالے سے کھانے کے آداب، سونے کے آداب (جھلمل) نماز کے آداب (جگمگ)، گفتگو کے آداب (رم جھم) تو عنوان کے تحت بیان ہوئے ہیں لیکن آداب تو ہر سبق میں رچے بسے ہیں۔ استاد کے عالی مقام کی خاطر ایک علیحدہ 'استاد کا ادب' ہے۔

گھر میں مُنّا ہوا اور امی ہر وقت اس کے کام کرنے لگیں تو 'بڑے' بھائی کو امی سے ہمدردی ہوگئی۔ خالہ آئیں تو بتایا کہ امی نے اپنا کیا حال بنا لیا ہے۔ خالہ نے بتایا کہ جب تم تشریف لائے تھے تو تم نے بھی تین ماہ امی کو ایسے ہی تکلیفیں دی تھیں۔ اب انھیں اس طرح آرام پہنچاؤ اور دس طریقے گنا دیے مثلاً تولیہ پکڑا دو وغیرہ (ص ۱۲۸-۱۳۲، جھلمل)۔ 'عجیب سفر' کے عنوان سے اسکول کے گندے واش روم کا استاد اور طالب علموں کے مل جل کر دھونے کا بیان ہے۔ ساتھ ہی آداب کا بھی بیان ہوگیا (ص ۹۰-۹۴، جھلمل)۔ جانوروں کے چوپال (ص ۴۶-۶۱، جھلمل)

میں کہانی کہانی میں علمِ حیوانیات کی بنیادی معلومات دے دی گئی ہیں۔ 'سوال ہی سوال' میں بنیادی سوال: 'ہماری دنیا کہاں سے آئی' کائنات، کہکشاں، نظامِ شمسی، ستارے، سورج، سیارے سب کا ذکر ہے اور مناسب انداز سے قرآنی آیات بھی دی ہیں (ص۳۶، جگمگ)۔ 'خطرہ' کے عنوان سے ایک سبق میں ایسی ۱۵ ہدایات دے دی گئی ہیں جو خطرے سے بچائیں مثلاً چھری سے نہ کھیلیں، گرم استری نہ چھوئیں وغیرہ۔ (ص۱۰۳، جگمگ)

رم جھم دیکھیں تو ابواب کے عنوانات سے ایک اندازہ ہوجاتا ہے۔ ۱-اسماے حسنیٰ ۲-انبیاے کرام ۳-فرائض ۴-حقوق ۵-آداب ۶-اجتماعیت ۷-سائنس کی دنیا ۸-تہذیب وتمدن ۹-ماحولیات ۱۰-اخلاقیات۔ 'ہمیشہ دیر کردیتے ہو' (ص۴۴-۴۷، رم جھم) میں جو بچہ امی کے کہنے کے باوجود بھی آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے، خواب میں یوم الحساب میں پکڑے جانے کا پورا نقشہ اور کیفیات کا بیان ہوتا ہے اور بالکل آخری وقت میں بچا لیا جاتا ہے۔ 'شیطی کون تھا' میں شیطان کس طرح گمراہ کرتا ہے، اس سے مقابلے کا بیان ہے۔ (ص۱۰-۱۴، جگمگ)

وطن کا قرض (ص ۵۸-۶۲، رم جھم) میں مشکور حسین یاد کی 'آزادی کے چراغ' سے ہمیں پاکستان کے لیے دی گئی قربانیوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ عبدالغنی فاروق کی کتاب ہم کیوں مسلمان ہوئے؟ سے وہ واقعہ لیا گیا ہے جس میں ایک برطانوی فوجی افسر مسلمان سپاہی کے رمضان میں دوڑائے جانے کے باوجود پانی نہ پینے سے متاثر ہوکر بالآخر مسلمان ہوجاتا ہے۔ 'عظیم شہر باکمال لوگ' (ص۷۲-۷۶، رم جھم) میں بغداد اور اندلس کے حوالے سے ہارون الرشید کے دارالحکمت اور الزہراوی کا ذکر ہے۔ 'کیسے کیسے لوگ' (ص ۷۷-۸۴، رم جھم) میں آئزک، نیوٹن، لوئی پاسچر، تھامس ایڈی سن کی خدمات کا تذکرہ ہے۔ کائنات اور سائنس سے متعلق سبق ہارون یحییٰ کے حوالے سے لیے گئے ہیں، مثلاً 'اندھی مخلوق' (ص۷۰، رم جھم) میں دیمک کی کہانی۔ مسعود احمد برکاتی کے سفرنامے 'دو مسافر، دو ملک' سے بچے لندن اور پیرس کی سیر کرآتے ہیں لیکن ساتھ ہی اتنا کچھ سیکھتے ہیں کہ بس! (ص۸۵، رم جھم)

تبصرے میں تفصیل ہوتی جارہی ہے، دل چاہتا ہے کہ قارئین کو مکمل جھلک دکھادی جائے، لیکن شاید یہ ممکن نہیں۔

اگر تعلیم یافتہ والدین ان کتابوں کی ورک بک استعمال کروائیں تو یہ سارے سبق بچے کی شخصیت پر نقش ہوجائیں گے۔ جو اسکول اسے نصاب یا اضافی نصاب کے طور پر پڑھائیں اور ورک بک بھی استعمال کریں، یقیناً ان طلبہ کے والدین بچوں کو اچھا شہری، اچھا پاکستانی، اچھا مسلمان بنانے پر، جس کی برکتیں بچے دنیا اور آخرت میں سمیٹیں گے، ان کے احسان مند ہوں گے۔

بڑے بھی طالب علم بن کر پڑھیں تو بہت کچھ سیکھیں گے، یہ 'کہانیاں' آپ کو عالم (جاننے والا) قابل اور با اخلاق اچھا مسلمان بناتی ہیں۔

جو بڑے بڑے اسکول یا دسیوں اسکولوں کے نیٹ ورک چلا رہے ہیں، ان کی ذمہ داری بلکہ فرض ہے کہ اپنے زیرتعلیم اس عمر کے بچوں کو ان کتابوں کے فیض سے محروم نہ رکھیں۔

یہ کتابیں نہایت سستی ہیں۔ مارکیٹ کے لحاظ سے ان کی قیمت ۷۰۰، ۸۰۰ روپے بھی ہوتی تو زیادہ نہ ہوتی۔ ۶۵۰ روپے میں بچوں کے لیے تین خوب صورت سوا کلو وزنی کتابیں ہر لحاظ سے اچھا تحفہ ہے۔ تحفۂ رمضان بنالیں یا تحفۂ عید۔ (مسلم سجاد)

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ [اشاعت خاص، ماہ نامہ الشریعۃ]، مدیر اعلیٰ: مولانا زاہد الراشدی، مدیر: محمد عمار خان ناصر۔ ناشر: الشریعۃ اکیڈمی، جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ۔ فون: ۴۴۵۸۲۵۶-۰۳۳۴۔ صفحات: ۶۰۰۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

علم و فضل اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے لیکن ان لوگوں پر تو یہ نعمت نور بن کر اُترتی ہے جو اس امانت کو رضاے الٰہی کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں، دین اسلام کے داعی بنتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام بن کر زندگی کے لمحات صَرف کرتے ہیں۔ محبی و محترمی ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم (۱۹۵۰ء-۲۰۱۰ء) بھی ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، جنھوں نے سعادت کی راہوں میں عظمت و دانش کے پھول چُنے۔

محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر نصف صد مضامین، اور ان کے افادات کا یہ گلدستہ خوش رنگ بھی ہے اور ایمان افروز بھی۔ دین و دانش اور تفقہ فی الدین کی اس قوسِ قزح میں، زیرنظر مجموعے کا قاری زیربحث قابلِ رشک زندگی سے والہانہ وابستگی محسوس کرتا ہے۔

ان تحریروں میں مرحوم کی حیرت انگیز علمی جاں فشانی، ہر دم جواں غیرتِ ایمانی، سراپا جرأت

بیان اور بعض مقامات پر محکم اجتہادی سوچ کا پرتو نظر آتا ہے۔ یہ مختصر تعارفی تحریر نہ ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے خدوخال کا خاکہ پیش کرسکتی ہے اور نہ الشریعة کی اس اشاعتِ خاص کے دامن میں موجود نقوش کا احاطہ کرسکتی ہے۔ یہ مجموعہ تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلا حصہ (۲۷۰ صفحات) تاثرات، مشاہدات اور شخصی تعلقات کی بنیاد پر معلومات سے آگاہ کرتا ہے۔ دوسرا حصہ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، جن میں ۱۰ مضامین کے ذریعے غازی صاحب کے علمی کارنامے کا تعارف پیش کیا گیا ہے، تاہم یہ فکری تعارف تشنگی کا احساس چھوڑتا ہے، جس کے لیے زیادہ محنت سے تحلیل و تجزیے کی ضرورت ہے، اور آخری حصّے میں ان کے منتخب افادات شامل ہیں۔ ادارہ الشریعة نے صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں کمالِ محنت اور لگن سے یہ اشاعت پیش کرکے ایک قابلِ رشک مثال قائم کی ہے۔ جس پر پرچے کی مجلس ادارت تحسین کی مستحق ہے۔ (سلیم منصور خالد)

ماہ نامہ **حکمت بالغہ**، نظریاتی نظام تعلیم نمبر، مدیران: مختار فاروقی، مفتی عطاء الرحمٰن۔ ناشر: قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر ۲، جھنگ صدر۔ فون: ۰۴۷۷۶۲۸۳۶۱۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۳۵ روپے۔

ایمان و حکمت کے سدابہار پھول دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی مہکار بکھیر رہے ہیں۔ اگرچہ بعض بڑے شہروں کو تہذیب و دانش کا مرکز قرار دیا جاتا ہے، تاہم مضافاتی قصبوں اور شہروں میں جب یہ پودے برگ و بار لاتے ہیں تو ان کی تاثیر اور تاثر دوچند ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے ایسے صدقاتِ جاریہ میں ایک مرکز جھنگ میں خدمتِ قرآن کا کارِ عظیم انجام دے رہا ہے، جہاں سے زیرمطالعہ ماہ نامہ شائع ہوتا ہے۔

آج، جب کہ پاکستان کی سرحدوں کو ہدف بنانے کے پہلو بہ پہلو پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر حملہ کرنے کا مغربی حملہ زوروں پر ہے، تو یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ عموماً ہمارے اہلِ دانش اور مقتدر حلقے اس یلغار سے بے خبر یا لاتعلق ہیں۔ اس بے حسی کی فضا میں حکمتِ بالغہ کی یہ اشاعت خاص ہوا کا ایک تازہ جھونکا ہے۔ چھے حصوں پر مشتمل اس اشاعت میں پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریے کی تفہیم اور پس منظر کی بخوبی وضاحت کی گئی ہے۔ ازاں بعد دوقومی نظریے کے فروغ، تحریکِ پاکستان میں نظریۂ پاکستان کے خدوخال کی تشریح، پاکستان کی بطور اسلامی ریاست شناخت اور اس حوالے سے بے حس مقتدرہ کے ہاتھوں تعلیمی المیے کے ظہور اور بہتری کی راہوں کی

نشان دہی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ بالفاظِ دیگر دو قومی نظریہ، نظریۂ پاکستان اور نظامِ تعلیم ایک ہی وجود کے تین پہلو ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پہلو کو نظرانداز کر دیا جائے تو پاکستان کا مطلوبہ نظامِ تعلیم تشکیل نہیں پاسکتا۔(س- م - خ)

معارف مجلّۂ تحقیق (شمارہ ا، جنوری- جون ۲۰۱۱ء)، مدیر: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق۔ ملنے کا پتا: ادارہ معارف اسلامی، ڈی-۳۵، بلاک ۵، ایف بی ایریا، کراچی-۷۵۹۵۰۔فون: ۰۲۱-۳۶۳۴۹۸۴۰۔ صفحات اُردو: ۱۴۱، انگریزی: ۲۱۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

کسی اسلامی تحقیقاتی ادارے سے مجلّے کی اشاعت کا آغاز یقیناً ایک اچھی خبر ہے۔ مجلّہ ادارے کے مشن کا علَم بردار ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ادارے کی اپنی تحقیقاتی کاوشیں اور دوسرے مقالے ششماہی رسالے میں شامل ہونے چاہییں۔ تفسیر المنار: تحلیل و تجزیہ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا قیمتی 'مقالہ خصوصی' (۲۱ صفحات) ہے جس سے عالمِ عرب کی اس عصری تفسیر کا بخوبی تعارف ہو جاتا ہے۔ ہندستان میں عسکری انقلابی تحریک، انگریزوں کے خلاف جدوجہد کا ایک باب سامنے لاتا ہے۔ حدیث استخارہ اور استنباط مسائل پر حافظ عنایت اللہ کا مقالہ استخارے کے تمام مباحث اور پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مقالے بھی معیاری ہیں۔ تعارف و تبصرہ کے تحت چار کتابوں پر تبصرہ ہے۔ انگریزی حصّے میں بھی چار مختصر مضمون ہیں جس میں سے ایک میں تشدد و دہشت گردی کے تریاق کے طور پر صوفی ازم پر گفتگو کی گئی ہے۔ امریکا بے ضرر غیر جہادی اسلام کو تصوف کے پردے میں صوفی ازم کے نام سے متعارف کروا رہا ہے۔ دوسرے میں قرآن میں داعی کے ہم معنی الفاظ اور ان کے مختلف پہلو زیر بحث آئے ہیں۔ اُمید ہے کہ علمی حلقوں میں اس کی پذیرائی کی جائے گی۔(م- س)

العافیت نیوز لیٹر گوشہ عافیت، ذمہ داران: مظفر ہاشمی، اُم اکبر، جہاں آرا مظفر، یاسمین نقی، حبیبہ مبین اختر، رخشندہ زبیری۔ ملنے کا پتا: ۶۲-اے، بلاک Q ،شمالی ناظم آباد، کراچی۔ فون: ۳۶۶۳۲۲۶۶۔ای میل: alhafizatrust@hotmail.com

الحافظات ٹرسٹ پاکستان کے زیراہتمام کراچی میں گذشتہ ۱۲ سال سے کام کرنے والے

گوشہ عافیت کا یہ نیوز لیٹر اس کی سرگرمیوں کا ایک عکس ہے اور اس کے مقاصد بھی واضح کرتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں خواتین جن مسائل سے دوچار ہوتی ہیں اور پھر جس طرح بے بس و لاچار ہو جاتی ہیں (کہ رشتے دار بھی دشمن بن جاتے ہیں)، اس پس منظر میں اصحابِ خیر کے بنائے ہوئے گوشہ عافیت جیسے ادارے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ یہ باعزت پناہ گاہ ہزاروں خواتین کے لیے ایک سہارا ہے۔ یہاں نہ صرف ضروریاتِ زندگی فراہم کی جاتی ہیں بلکہ زندگی کا مقصد واضح کیا جاتا ہے اور ہنر سکھا کر خوداعتمادی دی جاتی ہے۔ اب تک ۱۹۰۰ خواتین یہاں آکر جا چکی ہیں۔ بہت سی ورثا کے سپرد ہوئیں، لاوارثوں کی شادیاں بھی کروائی گئیں۔ کئی خواتین کی آپ بیتیاں بھی شاملِ اشاعت ہیں۔ انڈسٹریل ہوم بھی اس عمارت میں قائم ہے۔ یہ ٹرسٹ کی اپنی عمارت ہے۔

امیر جماعت اسلامی سید منور حسن کے مطابق: ''گوشہ عافیت بے سہارا خواتین و بچوں کو تحفظ، ان کی کفالت اور ان کو فنی تعلیم میں برکت دے کر اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے معاشرے کا مفید شہری بنانے میں مصروف ہے''۔ (م- س)

تعارف کتب

◉ **آیۃ البرّ ایک مطالعہ**، پروفیسر ڈاکٹر حسن الدین احمد۔ ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی۔ تقسیم کنندہ: اکیڈمی بک سنٹر، ڈی-۳۵، بلاک ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ فون: ۳۶۳۴۹۸۴۰-۰۲۱۔ صفحات: ۹۹۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ [سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۷، جسے آیۃ البرّ بھی کہتے ہیں، کا چار تقاضوں: ایمان، انفاق، معاشرتی تعلقات اور صبر و استقامت کے تحت مفصل مطالعہ۔ قرآن و حدیث اور سیرت کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ پر بھی انطباق کیا گیا ہے۔ مناسب ہوتا کہ آغاز میں آیت اور ترجمہ دیا جاتا، نیز بہتر فہم کے لیے ضمنی سرخیوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ تفاسیر اور اسلامی لٹریچر کی فہرست آخر میں بطور مآخذ دی جاتی تو مفید ہوتا۔]

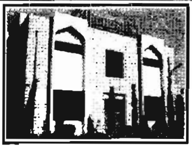
◉ **حضورؐ کی خوشیاں**، مؤلف: پروفیسر عبدالحمید ڈار۔ ناشر: نشریات، ۴۰- اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۴۵۸۹۴۱۹-۰۳۲۱۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے ان لمحات کا انتخاب جب آپؐ نے خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ احادیث کے ساتھ ساتھ سیرتِ طیبہ کی جھلکیاں بھی پیش کی گئی ہیں۔ حقیقی مسرت کے حصول کے لیے لہو و لعب، نام و نمود اور اسراف و تبذیر کے بجائے اسوۂ رسولؐ کی پیروی کی دعوت دی گئی ہے۔]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہل بن سعدؓ کی روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا
میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے
جیسے یہ دو انگلیاں۔ آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی
طرف اشارہ فرمایا۔ (صحیح بخاری)

AGHOSH

A Project of Al-Khidmat Foundation
Pakistan





آغوش الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان کا یتیم بچوں کی تعلیم وتربیت اوران کی دیکھ بھال کا ایک ایسا اقامتی ادارہ ہے جس کی مثال پورے ملک میں نہیں ملتی۔ اس ادارے میں 200 یتیم بچوں کے لئے تعلیم وتربیت کی بہترین سہولیات میسر ہیں۔ یہ بچے ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے ہیں جن میں آزاد کشمیر اور ہزارہ ڈویژن کے زلزلہ کے نتیجہ میں یتیم ہونے والے بچے بھی شامل ہیں۔

نمایاں خصوصیات

- ☆ نرسری تا میٹرک تعلیم
- ☆ انگلش میڈیم
- ☆ انگلش لینگویج کورس
- ☆ کمپیوٹر کی تعلیم
- ☆ مکمل اسلامی ماحول
- ☆ قرآن، ناظرہ اور حفظ کی کلاسز
- ☆ مفت طبی سہولیات
- ☆ ہم نصابی سرگرمیاں
- ☆ تعلیمی و تفریحی دورہ جات

مستقبل کے منصوبہ جات

	منصوبہ	تخمینہ
1	فائر فائٹنگ سسٹم	350,000 روپے
2	کلوز سرکٹ ٹی وی	1,070,000 روپے
3	انٹرنل ہیٹنگ سسٹم	1,450,000 روپے

یتیم کے کفیل بنئے:۔ ایک بچے کا ماہانہ خرچ -/5,500 روپے ہے۔

برائے رابطہ:

خالد محمود عباسی
ڈائریکٹر آغوش الخدمت
0301-8546915

شبیر احمد کاکاخیل
سینئر ایڈمنسٹریٹر آغوش
0300-5622084

برائے عطیات وصدقات

اکاؤنٹ ٹائٹل: الخدمت فاؤنڈیشن اٹک
بنک: مسلم بنک اٹک برانچ
اکاؤنٹ نمبر: 011000501001

مدیر کے نام

عبدالحمید ڈار ، لاہور

'مسلم دنیا میں انقلابی لہر: چند زاویے' (جولائی ۲۰۱۱ء) چشم کشا ہے۔ عہدِ حاضر کی تیز رفتار زندگی کے مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لیے ایک متحرک سوچ کی ضرورت ہے اور اہمیت و افادیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ تحریکِ اسلامی کو درپیش چیلنجوں سے نپٹنے کے لیے جواں سوچ رکھنے والے تھنک ٹینک کی ضرورت ہے جو بزرگوں کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے ہر آن بدلتے ہوئے حالات میں نئی راہوں کی نشان دہی کرتا رہے۔

پروفیسر حکیم محمد سلیم خان ، لاہور

'اسلام اور جدید تجارت و معیشت' (جولائی ۲۰۱۱ء) ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کی ہمارے عہد کو درپیش علمی چیلنجوں کی نشان دہی پر مبنی فکرانگیز تحریر ہے۔ فی الواقع جدید دور کی زبان و محاورے اور اسلوب میں قرآن و حدیث پیش کرنا اہم چیلنج ہے۔ ایک تصحیح بھی کر لیجیے کہ جامعہ ملّیہ دہلی میں قائم کی گئی تھی نہ کہ علی گڑھ میں۔

حکیم محمد ذوالقرنین، کنگن پور

'میں نے فطرت کو پالیا' (جون ۲۰۱۱ء) اسلام کے دینِ فطرت ہونے پر کھلی حقیقت ہے۔ نومسلموں کو کچھ ایسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ نومسلموں کے قبولِ اسلام کے واقعات کے مطالعے سے ایمان کو مہمیز اور عمل کے لیے تحریک ملتی ہے، نیز نسلی مسلمانوں کو خود احتسابی کا موقع بھی ملتا ہے۔

خبیب انس ، کراچی

'معاشی بحران' (جولائی ۲۰۱۱ء) کا ایک حل یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ ٹیکس بڑھا دیں اور زیادہ لوگوں کو ٹیکس کے جال میں لائیں۔ لیکن کیا یہ پاکستانی قوم اس لیے ٹیکس دے کہ اس کا صدر نجی اور سرکاری دورے پر ۱۱ روز کے لیے برطانیہ جائے تو ہفت ستارہ حیات ریجنسی کے رائل سیوٹ کا ایک دن کا کرایہ ۱۰ لاکھ روپے سے زائد دے۔ اس کے ساتھیوں کے لیے ۳۰ کمرے ۵۰ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ روپے روز کے حساب سے لیے جائیں۔ درجنوں گاڑیوں کے ایک ایک روز کا کرایہ ۱۰ سے ۱۵ لاکھ روپے تک ادا کیا جائے۔ اپنی صاحب زادی کی گریجویشن تقریب کے لیے صدر صاحب ایڈنبرا گئے تو ہوائی جہاز کے چند گھنٹوں کے ۵۰ لاکھ روپے ادا کیے گئے۔ یہ معلومات پاکستان کے ہائی کمیشن کے ذریعے سے ملی ہیں (ایکسپریس، لاہور، ۲۰ جولائی ۲۰۱۱ء)۔ وہ مسلمان حکمران کہاں ہیں جن کا ذکر ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں۔ کیا مملکت خداداد پاکستان ان جیسے صاحبانِ اقتدار کے لیے حاصل کی گئی تھی؟



NATIONAL DRINK ®
Naurus
125 روپے کی
بچت*
نورس 3 لیٹر
کے ساتھ
سنڈِپ اسکوائش 800 ملی لیٹر
بالکل مفت
FREE WITH NAURUS 3 LTR.
SUNDiP
MANGO
squash
Net Contents
نورس
شربت
* یہ پیشکش محدود مدت کے لئے ہے

مرزا محمد الیاس نے ارقم آفاق پرنٹر، بلال گنج سے چھپوا کر اچھرہ، لاہور سے شائع کیا۔

C.P.L. 322 *Monthly* AALMI TARJUMAN - UL - QURAN LAHORE. **Ph:** 3758 7916 **Fax:** 3753 5660